دار المصنفین کی تاریخی کتابیں

تاریخ صقلیہ جلد اول: مسلمانوں نے سسلی پر ڈھائی سو برس تک حکومت کی اور اسپین کی طرح اسکو بھی اسلامی خیر و برکت کا سرچشمہ بنا دیا، اور تقریباً پانچسو برس تک اس سے وابستہ رہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی کوئی تاریخ اردو، انگریزی میں کیا عربی میں بھی موجود نہ تھی، چھ سات برس کی مسلسل محنت اور تلاش و تحقیق کے بعد دو ضخیم جلدوں میں اسکی تاریخ مرتب کیگئی ہے، جن میں سے پہلی جلد اب شائع ہوگئی ہے، جو سیاسی سرگذشت پر مشتمل ہے، اس میں صقلیہ کے جغرافی حالات، سسلی، اٹلی و جزائر سسلی پر اسلامی حملوں کی ابتدا، اسلامی حکومت کا قیام، عہد بعہد کے دوروں کا عروج، اسلامی حکومت کے خاتمہ اور صقلیہ و جزائر صقلیہ میں مسلمانوں کے مصائب جلاوطنی کا تفصیلی مرقع دکھایا گیا ہے، ضخامت مجموعی ۷۴۰ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ قیمت: للعہ ر جلد دوم زیر طبع ہے، مرتبہ سید ریاست علی ندوی،

تاریخ فقہ اسلامی، مصری عالم خضری کی تاریخ التشریع الاسلامی کا ترجمہ جسمیں ہر دور کی فقہ اور فقہا پر مکمل اور ایسا تبصرہ ہے جس سے جدید فقہ کی ترتیب میں مدد مل سکتی ہے، حجم ۴۰۰ صفحے، قیمت: للعہ ر مترجمہ مولانا عبد السلام ندوی،

رقعات عالمگیر، اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط اور رقعات جو زمانہ شہزادگی سے برادرانہ جنگ تک اعزہ کے نام لکھے گئے ہیں، ایک جلد میں جمع کئے گئے ہیں، اور ان سے علم و ادب، سیاست اور تاریخ کے متعلق بیسیوں حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، ضخامت ۴۹۷ صفحات، چھپائی لکھائی کاغذ بالخصوص ٹائٹل نہایت دلفریب قیمت: للعہ ر مرتبہ سید نجیب اشرف ایم اے ندوی،

مقدمہ رقعات عالمگیر، اس میں رقعات پر مختلف حیثیتوں سے بحث کیا گیا ہے جس سے اسلامی فن انشا اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ ہندوستان کے صیغۂ انشا کے اصول نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں، بالخصوص خود عالمگیر کے انشا، اور اس کی تاریخ ماخذ اور عالمگیر کی ولادت سے برادرانہ جنگ تک کے تمام واقعات و سوانح پر خود ان خطوط و رقعات کی روشنی میں تنقیدی بحث کی گئی ہے، لکھائی چھپائی کاغذ نہایت عمدہ، ضخامت ۷۰۴ صفحے، قیمت: صہ مصنفہ سید نجیب اشرف ایم اے، ندوی،

الفاروق یعنی حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت صحابہ کے فتوحات، طریقہ حکومت، عراق و شام، مصر و ایران کے فتح کے واقعات، حضرت عمرؓ کی سیاست، اخلاق، زہد، عدل اور اسلام کی عملی تعلیم کا شاندار منظر،

مولانا شبلی کی یہ بہترین تصنیف سمجھی جاتی ہے، اگرچہ مسخ شدہ صورت میں معمولی کاغذ پر اس گراں پایہ کتاب کے بیسیوں ایڈیشن فروخت ہو رہے ہیں، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ ایڈیشن کی تلاش تھی، مطبع معارف نے نہایت اہتمام اور سعی بلیغ سے اس کا نیا اڈیشن تیار کرایا ہے، جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہے، نہایت عمدہ کتابت اعلیٰ چھپائی، عمدہ کاغذ دنیائے اسلام کا رنگین نفیس نقشہ، مطلا ٹائٹل، ضخامت ۳۱۲ صفحے، قیمت:- للعہ ر

خلفائے راشدین، سیر المہاجرین کا حصہ اول، یہ چاروں خلفا کے ذاتی فضائل اور مذہبی و سیاسی کارناموں اور فتوحات کا مرقع ہے حجم ۴۰۰ صفحے قیمت: للعہ از مولانا حاجی معین الدین ندوی،

(دار المصنفین کی کتابوں کی مفصل فہرست دفتر دار المصنفین اعظم گڈہ سے طلب کیجئے)

مسعود علی ندوی، منیجر دار المصنفین، اعظم گڈہ

جلد ۳۷ | ماہ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۳۶ء | عدد ۴

مضامین

شذرات

خدا کا شکر ہے کہ پانچ مہینوں کے بعد قلم نے کاغذ کی سطح پر قدم رکھا، اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی کوئی حد نہیں ہے، وہ جیتوں کو مارتا اور مرتوں کو جلاتا ہے، اس نے اپنے ایک حقیر بندہ کو موت کے بستر سے جلا کر کھڑا کر دیا، تو کیا تعجب کی بات ہے، اب دعا یہ ہے کہ اس کو زندگی کے چند انفاس کی جو کچھ مہلت ملی ہے، اس میں اس قادر مطلق کی خوشنودی کا کوئی ایسا کام اس سے انجام پائے جو اس کی مغفرت کا سہارا، اور آخرت کا توشہ ہو،

میری اثنائے علالت میں ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کے سینکڑوں بزرگوں، دوستوں اور عزیزوں نے ہمدردی اور طلب خیریت کے جو تار اور خط بھیجے، اور ہزاروں مسلمانوں نے مسجدوں اور مجلسوں میں مجھ گنہگار کی صحت کی جو دعائیں مانگیں، ان کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے دل اپنی بارگاہ میں دعا و التجا کے لئے کھول دیئے، اور بندگی کی زبان حال نے کہا،

از ہر کنار تیر دعا کردہ ام روان   باشد کزیں میانہ یکے کارگر شود

بحمد اللہ کہ وہ کارگر ہوئی، اڈیٹر بھائیوں نے اپنے اخباروں اور رسالوں میں میری علالت اور صحت پر اپنے جن مخلصانہ جذبات کا اظہار فرمایا وہ میرے استحقاق سے زیادہ تھے، ان کے کرم اور قلم کا ممنون ہوں،

بیماری تو جا چکی ہو گر دل و دماغ کی قوت اور توانائی ابھی واپس نہیں آئی ہے، اسی لئے دوستوں کے علمی استفساروں اور خطوں کے جواب اور فرمائشوں کی تعمیل سے معذوری ہے، اپریل کے شروع میں ڈیڑھ دن لو تھے ہے، اور غالباً گرمیوں کے مہینے وہیں بسر ہوں، جولائی سے امید ہے کہ کام کرنے کی صلاحیت پوری

طرح پیدا ہو، اس اثنا میں التماس ہے کہ خطوط اور استفسارات کے بوجھ سے مجھ ناتوان کو ہلکا رکھا جائے خصوصاً فتووں کے جواب سے تو مجھے بالکل معذور سمجھا جائے،

میری علالت کے زمانہ میں ملک و ملت کی کئی نامور ہستیوں نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہا، حافظ ہدایت حسین صاحب مرحوم اس صوبہ کے مسلمانوں کی بڑی دولت تھے، اس دولت کا چھن جانا ہماری سب سے بڑی محرومی ہے، دلّی کے پایۂ تخت کی بھی ایک یادگار مٹ گئی، یہ مولانا راشد الخیری کی ذات تھی، جس نے اپنی ساری عمر مسلمان عورتوں کی علمی و ادبی و تعلیمی خدمتگذاری میں بسر کر دی، دکن کے خزانہ کا بھی ایک قیمتی ہیرا گم ہو گیا، یعنی مولانا شیر علی صاحب سابق مدرس اعلیٰ دار العلوم ندوہ و سابق استاد کلام جامعۂ عثمانیہ نے وفات پائی، مرنے والے مر گئے، مگر ان کے کارنامے دنیا میں یادگار رہ گئے،

از صدائے سخن عشق ندیدم خوشتر   یادگارے کہ دریں گنبد دوّار بماند

لاہور کے ادارۂ **معارف اسلامیہ** کے جلسے شاید ان اوراق کے آپ کے ہاتھوں میں پہنچنے تک ہو چکیں، آج سے ڈھائی سال پہلے، اس ادارہ کا پہلا اجلاس ہوا تھا، جس میں اسلامی علوم و فنون اور تمدن کے متعلق بہت سے محققانہ مضامین پڑھے گئے تھے، اور جن کا مجموعہ مجلس کے پہلے سال کی روداد میں شائع ہو چکا ہے، توقع ہے کہ اس کا دوسرا اجلاس جو ۱۰ اپریل سے ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء تک ہوگا، پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوگا، عربی اور فارسی کی نادر قلمی کتابوں اور سکوں کی نمائش بھی ساتھ ساتھ ہوگی،

آج ہندو بھائیوں کی سیاسی اور تاریخی دنیا میں عالمگیر سے بڑھ کر کوئی مسلمان بادشاہ برا نہیں، مگر دیکھو کہ آج کتنے ہندو مندر ہیں جو اسی بتخانہ شکن بادشاہ کی فیاضی کی بدولت آباد ہیں، ابھی اخباروں میں یہ خبر تازہ ہے کہ بسنت نگر ضلع پربھنی (دکن) کے ایک بڑے مندر کے مہنت کے پاس شاہ عالمگیر کی دی ہوئی ایک قیمتی پگڑی تھی، جس میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے، اور جس کی مالیت کا اندازہ ہزار ہا تھا، یہ پگڑی سال میں ایک مرتبہ درشن کے لئے جاترا کے موقع پر مندر میں ایک مرصع تخت پر رکھ دی

جاتی تھی، یہ پگڑی کئی مہینے ہوئے کہ چوری گئی، اب پولیس نے اپنی تحقیقات سے چوروں کا پتہ چلالیا ہے، پگڑی کے ساتھ بادشاہ کی دی ہوئی سندین بھی ہیں۔

واقعہ اپنی نوعیت کا معمولی ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ لوگ جو یورپ کے سیاسی تعلیمی پروپگنڈہ سے متاثر نہیں، اور جو انگریزی تعلیم کی خاص ذہنیت سے پاک ہیں، ان کی نظر میں شاہ عالمگیر کیسا تھا، اب نہ تو عالمگیر ہے اور نہ عالمگیری، آج اس کے لئے آپس میں لڑنے سے حاصل نہیں، اب جو عالمگیر ہندو اور مسلمان دونوں کے سروں پر مسلط ہے، اس کی طرف نظریں متوجہ ہونی چاہئیں، پرانے زمانہ میں اگر کوئی مندر ڈھایا گیا تو تاریخ کے سینما میں اس کا منظر آج تک دکھایا جارہا ہے، مگر آج شہید گنج پر شہید گنج شہید ہوتے جارہے ہیں، مگر دنیا کو خبر تک نہیں ہوتی،

خرقہ پوشاں ہمگی مست گذشتند وگذشت　　قصۂ ماست کہ در ہر سر بازار بماند

سیاسی مجلسوں کے انتخاب کے دن جیسے جیسے قریب آرہے ہیں، سیاسی بازیگر اپنے کھیل دکھانے میں زیادہ چست نظر آرہے ہیں، آغا خاں مسلمانوں کی سیاسی و تعلیمی قیادت کا مظاہرہ کرکے یورپ روانہ ہوچکے، اب اس کی زریں روداد جگہ جگہ دہرائی جارہی ہے، اور کسی نامعلوم اقتصادی تجویز کا خیالی تماشا آنکھوں کو دکھایا جارہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں بھی دو گروہ الگ الگ ہوگئے ہیں، ایک نرم اور دوسرا گرم، اب ان اتحاد کی کوشش رات اور دن کو یکجا کرنے کی کوشش ہے، ضرورت یہ ہے کہ مختلف سیاسی مجلسوں میں جو لوگ بٹے ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے مجلسی حصار کو جن کے نام الگ الگ انھوں نے رکھ چھوڑے ہیں، توڑ کر صرف دو نئی یا پرانی مجلسوں میں منقسم ہوجائیں، ایک کا نام مسلم کانفرنس یا مسلم لیگ، اور دوسرے کا نام جمعیت یا یونٹی بورڈ، یا مسلم نیشنلسٹ یا کچھ اور رکھ لیجئے، اور اب مسلمانوں کو انجمن سازی کے گھروندوں سے نجات دلایئے۔

تاریخ ہند کا جو کام دار المصنفین میں کیا جانے والا تھا، اس کا آغاز کردیا گیا ہے، مختصر تاریخ ہند کے نام سے دو سو صفحوں میں ہندوستان کے پورے اسلامی دور کی تاریخ چھپ گئی ہے، یہ اس قابل ہے کہ اسلامی مدرسوں میں پڑھائی جائے، مفصل تاریخ ہند کی پہلی جلد جو سندھ کے حالات پر مشتمل ہے، آدھی ہوچکی ہے، ضرورت ہے کہ ہمارے دوسرے معاونین بھی اپنے وعدوں کا ایفا کریں

مقالات

تاج محل اور لال قلعہ کے معمار

(۳)

امام الدین الریاضی

یہ لطف اللہ مہندس کا بیٹا اور استاذ احمد کا پوتا ہے، ریاضیات کے اس ریاضِ علم کا یہی وہ نونہال ہے، جس کے تذکرہ کی خوشبو بارہوین صدی کے اہل تذکرہ کی محفل تک پہنچی ہے، خوشگو نے اپنے سفینہ مین، حسین قلی خان عظیم آبادی نے اپنے نشتر عشق مین، کشن چند اخلاص نے اپنے ہمیشہ بہار مین، اور احمد علی خان سندیلوی نے اپنے مخزن الغرائب میں ان کے حالات لکھے، اور ان کے فارسی اشعار نقل کئے ہین، اور اسی ضمن مین ان کے بعض بزرگون اور عزیزون کے احوال کی طرف بھی اشارات کئے ہین، سفینۂ خوشگو مین ہے:

مولوی امام الدین ریاضی تخلص خلف ملا لطف اللہ مہندس تخلص لاہوریست کہ قلعۂ ارک دار الخلافۃ شاہجہان آباد بتجویز وصوابدید او بنا یافتہ، واز عہد جد خود بدار الخلافۃ سکونت دارد، در جمیع علوم رسمی یگانہ ومنفرد بود، خصوص در ریاضیات تصانیف معتبر دارد، وبا این ہمہ قناعت وریاضت را زیور حال وآل خود ساختہ، بدرس وافادت مشغولی داشت درین جزو زمان از مغتنمات بودہ، اگرچہ بنا بر اشتغال علمی بفکرِ سخن کم می پرداخت، لیکن سلیقۂ بسیار درست داشت، ودر جوابہای کم نمی آورد، ودر سال ہزار وصد وچہل وپنج رحلت کرد، وامروز ملا ابو الخیر معروف بخیر اللہ برادرِ اعیانی او ..... (خیر اللہ کی رصد بندی کا تذکرہ جس کا ذکر اسکے حال میں آئے گا)

پھر مولانا ریاضی کے چند فارسی اشعار کا انتخاب ہے،

حسین قلی خان عظیم آبادی نشتر عشق میں لکھتے ہین،

"مولانا امام الدین نام، خلف مولینا لطف اللہ مہندس لاہوریست کہ قلعۂ ارک شاہجہان آباد برائے وی بنیاد شدہ، مدۃ العمر خود، در شاہجہان آباد گذرانیدہ، چون وی بعلم ریاضی تفوق برابنائے جنس داشت، و در ورع و پرہیز گاری بے مانند بود، لہذا تخلص خود ریاضی می کرد، وگاہ گاہے فکر بہ تلاش سخن ہم می گماشت، .... در سنہ یکہزار و یک صد وچہل و پنج بگل چینی ریاض جنان شتافت"

حسین قلی خان نے ان کی تاریخ وفات کا یہ قطعہ لکھا ہے،

بجگفتہ عاشقے باآہ دلِ سوزا	برفتہ چون امام الدین ز دنیا
بدیع وصرف ومعنی و ریاضی	شدند ای وای بے او بے سروپا

کشن چند اخلاص نے اپنے تذکرۂ ہمیشہ بہار[1] میں ان کا تذکرہ بڑے اخلاص کے ساتھ چند مضمون میں لکھا ہے جس کی ایک ایک سطر سے انکی عقیدتمندی اور نیازمندی کا اظہار ہوتا ہے، خصوصًا ان کے زہد و استغنا اور سلاطین و امراء کے درباروں سے ان کی بے نیازی کی تعریف کی ہے، ابتدائی سطرین یہ ہین،

"......اصل وطن ایشان دار السلطنۃ لاہور است وجد شریف آن دانائے اسرار کونی و الٰہی آمدہ، در دار الخلافہ شاہجہان آباد اقامت گرفتہ، والد شریف ایشان مولوی لطف اللہ مہندس کہ ایشان ہم گاہ گاہے میل بشعری کردند، و مہندس تخلص می فرمودند، و در علم ریاضی خیلے ید طولیٰ داشتند"

پھر چند صفحون میں ان کے زہد و اتقا کے حالات لکھے ہین، اور ان کے شاعرانہ کمال کے ایک دو

[1] اس کا نسخہ بانکی پور لائبریری میں نظر سے گذرا،

واقعے نقل کیے ہین،

احمد علی خان سندیلوی نے تذکرہ مخزن الغرائب میں جو ۱۲۱۸ھ میں لکھی گئی ہے، ذراسے لفظی تغیر سے وہی کچھ لکھا ہے، جو اخلاص نے بیان کیا ہے، چنانچہ اس میں ہے،

"مولانا امام الدین ریاضی اصل وطن ایشان بلدۂ لاہور است، جدش توطن در دہلی اختیار کردہ، پدرش مولوی لطف اللہ مہندس بودہ است ایشان ہم بگفتن اشعار میل تمام داشتند و مہندس تخلص می کردند، و در علم ریاضی مثل این ہر دو پدر و پسر در بلاد ہند نبودہ اند، ہرچند مولانا ریاضی بگفتن شعر توجہ نداشت، روز و شب بتدریس مشغول بود،"

تذکرۂ صبح گلشن میں ہے:-

"ریاضی امام الدین فرزند مولانا لطف اللہ مہندس لاہوری کہ قلعہ ارک شاہجہان آباد بصوابدید رای رزنیش بنیاد گرفتہ، ریاضی متوطن شاہجہان آباد گردیدہ، ازان شہر مدۃ العمر بیرون نرفتہ ماہر علوم درسیہ بودہ، و در سبق علم ریاضی از معاصرین قصب السبق ربودہ، در عبادت و ریاضت و ورع و زہد عدیل خود نداشتہ"

تاریخ علمائے ہند میں یہ سطرین ہین،

"ملا امام الدین دہلوی در اصل لاہوری است، ریاضی دان بود کہ بدہلی توطن گرفتہ شرح مختصر بہ تشریح الافلاک مصنفہ بہاء الدین آملی در سال یازدہ صد و سہ ہجری نوشتہ کہ بنام التصریح فی شرح التشریح شہرت دارد،" (ص ۲۶۲ نولکشور)

عام طور سے انکی یہی تصنیف تصریح جو بہاء الدین آملی کے مشہور متن تشریح الافلاک کی شرح ہے، لوگون میں مشہور ہے، حالانکہ اس سے پہلے عصمۃ اللہ سہارنپوری نے ۱۰۷۰ھ میں اس کی مفصل شرح لکھی ہے، جس کا نام باب تشریح الافلاک ہے، اور جو چھپ بھی گئی ہے، تاہم علم ہیئت میں عربی درسگاہون

کی سب سے ابتدائی اور مختصر ترین کتاب یہی ہے، اسلئے بہت متداول ہے، معنف نے دیباچہ میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے،

اما بعد فیقول العبد الضعیف امام الدین بن لطف اللہ المہندس اللاہوری ثم الدہلوی" (دیباچۂ تصریح)

اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے، کہ یہ خاندان گو دراصل لاہور کا رہنے والا تھا، مگر بعد کو شاہی تعمیرات کے تعلق سے دہلی اکبرآباد ہو گیا تھا،

امام الدین نے اپنی اس تالیف (تصریح) کا سنہ دیباچہ مین ۱۱۰۳ھ لکھا ہے، اور ہم کو معلوم ہے، کہ لطف اللہ کم از کم ۱۰۹۲ھ تک زندہ تھا، کہ اوس کی تصنیف منتخب اسی سال تالیف پائی ہے، اور اس کے گیارہ برس کے بعد اس کا بیٹا تصریح لکھتا ہے، اس سے یقینی طور سے ثابت ہوتا ہے، کہ باپ ہی کے عہد میں بیٹا علوم و فنون کی تکمیل کر چکا تھا، یا کر رہا تھا، اس سے ہمکو یہ قیاس کرنے کا حق ہوتا ہے، کہ غالبا اس نے اپنے باپ ہی سے علوم ریاضی کی تعلیم حاصل کی ہوگی، تذکروں میں اسکی تاریخ وفات ۱۱۴۵ھ (سنہ خمس واربعین ومائۃ والف) لکھی ہے،

تصریح کے دیباچہ میں ہے، کہ "یہ شرح اوس نے بھائیوں اور دوستوں کی فرمائش سے لکھی ہے" اس سے مراد اس کے شاگردوں کی جماعت ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ وہ خود بھی درس و تدریس کے موروثی پیشہ میں مشغول تھا، چنانچہ سندیلوی نے تصریح بھی کی ہے، کہ "روز و شب بہ تدریس مشغول بود" رام پور کے کتبخانہ میں اس کی کتاب تصریح کے دو نادر نسخے ہین، جن میں سے ایک کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تصنیف کی تاریخ سے بارہ برس کے بعد ۱۱۱۵ھ میں لکھی گئی ہے، اور دوسرے کی اہمیت یہ ہے کہ وہ ۱۲۱۱ھ میں اس نسخہ سے منقول ہے، جو خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، پہلے نسخہ کا نمبر ۱۵ اور دوسرے کا ۱۶ (فن ہیئت) ہے،

مصنف نے اپنی اس شرح پر حواشی بھی لکھے تھے، چنانچہ رامپور کے نسخہ نمبر ۱۶ پر مصنف کے یہ حواشی موجود ہین، ہمارے استاذ مولینا حفیظ اللہ صاحب سابق مدرس اعلی مدرسۂ عالیہ رامپور و دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ نے تصریح پر جو حاشیہ اپنے قیام رامپور کے زمانہ میں ۱۳۱۰ھ مین لکھا تھا، اور جو مجتبائی دہلی میں چھپا ہے، اوس کے آخر میں محشی نے تصریح کی ہے کہ انھوں نے شارح کے ان حواشی سے جو اسکے ہاتھ کے نوشتہ نسخہ سے منقول ہین استفادہ کیا ہے، (خاتمہ حاشیۂ تصریح، مطبوعۂ مجتبائی دہلی)

امام الدین نے دو اور کتابون پر بھی حاشیے لکھے ہین، جن میں سے ایک قاضی زادہ رومی کی مشہور فلکی تصنیف شرح چغمینی پر ہے، نوابی اودھ کے زمانہ میں علی بخش خان کے مطبع علوی میں مقبول الدولہ احسان الملک کپتان مرزا مہدی علی خان بہادر ثابت جنگ قبول کے زیر اہتمام شرح چغمینی کا جو نسخہ متعدد علماء کے حواشی اور تعلیقات کے ساتھ چھپا ہے، ان میں ایک "امام الدین الریاضی بن لطف اللہ المہندس الدہلوی" کے حاشیہ کے بھی منقولات اور حوالے ہین، چنانچہ کتاب کے خاتمہ میں اس حاشیہ کا ذکر ہے،

امام الدین کا دوسرا حاشیہ خود اسکے باپ کی کتاب "شرح خلاصۃ الحساب" پر ہے، یہ حاشیہ انڈیا آفس کے کتبخانہ میں ہے، اس کا نمبر ۱۷۶۰ ہے،

امام الدین بھی اپنے باپ کی طرح فارسی کا شاعر تھا، اور ریاضی اس کا تخلص تھا، کشن چند اخلاص اور سندیلوی کا بیان ہے کہ گو مولینا ریاضی کو اپنے درس و تدریس سے شعر گوئی کی فرصت نہیں ملتی تھی، تاہم انھون نے طالب آملی کے ایک مطلع کا جس کا جواب نہیں ہو سکتا تھا، ایسا جواب لکھا جو بڑے بڑے شعرا کی قدرت سے باہر ہے، طالب کا مطلع تھا،

بتن بو یا کنند گلہائے تصویر خیالی را   بپا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

اخلاص اور سندیلوی کہتے ہیں کہ اس کا جواب شاعرون سے اب تک نہیں ہو سکا تھا، یہان

کسے میان ناصر علیؔ کو ان کے دوستون نے اس زمین میں کچھ کہنے کی فرمایش کی تو صاف کہا کہ "این زمین را طالب بر ...
ماندہ است در داست،" مرزا صاحب جیسے "شاعر غراؔ" نے جب اس غزل کا جواب لکھا، تو سپر ڈالدی، اور
قالی اور نہالی کا مطلع نہیں لکھا، بلکہ یہ مطلع کہا کہ

تکلف نیست در گفتار رندِ لاابالی را   چنانت دوست میدارم کہ عاشق شعر حالی را

لیکن مولانا ریاضی نے اس کا جواب برجستہ لکھدیا،

رگ گل کرد آن گلچہرہ ہر تار نہالی را   ازین اندیشہ گلہا داغ شد بر سینہ قالی را

مولینا کا مطلع جس نے سنا اوس نے کہا :-

"ظاہرا این زمین ردو صاف داشت یکے را طالبا برد، ودوئمی تا حال در جواہر خانہ
قضا و قدر نہاں بود، کہ نصیب مولانا شد،"

ان تذکروں میں ان کے یہ چند شعر نقل کئے ہین،

عنقا خدنگِ حسرت گمنامی منت   در قیدِ نام بود اگرچہ نشان نداشت
رفتی، و رفت لشکر دل در رکاب تو   شہرم برنگ مجلس تصویر جان نداشت
روشن دلیم و خاک نشینی عیار ماست   سیماب وار کشتہ شدن اعتبار ماست
آزادہ ایم مطلب ما ترکِ مطلب است   باز آمدن ز حاصلِ ہر کار کار ماست
ما خار غم بسینہ چو ماہی نہفتہ ایم   گلزارِ عشق داغِ دل خار خار ماست
دریا دل است یاد و نم از ما دریغ داشت   خشک و تری بپائے گل افسوس خار ماست
ز عشق یار چہ گویم کہ حالِ من چون ست   غمم بدور خطش از احاطہ بیرون است
ندانم ارچہ شد ی سنگدل کہ بمارت   بجان رسید و نپرسی کہ حالِ او چون ست

ساتوین شعر میں دیکھئے کہ ریاضی کی جھلک دور، خط، اور احاطہ میں موجود ہے، سفینۂ خوشگو

میں یہ دو شعر اور ہین :-

پایۂ عشق بلندی ز سرِ دار گرفت،   ہر کہ دریافت چو منصور سرے سردار است
بوستان معانی است ریاضی سخنت   چاک پیراہن نظم تو عجب بازار یست

امام الدین ریاضی نے تصریح کے دیباچہ میں جو چند لفظ لکھے ہین، ان سے اور کشن چند اخلاص
کے بیان سے معلوم ہوتا ہے، کہ ان کی تربیت کے دامن میں، ریاضیات کے کئی مستعد شاگرد پل کر
جوان ہوئے، اخلاص کے تذکرہ ہمیشہ بہار میں ہے،

"یکے از شاگردان ایشان بر مجسطی شرح فارسی نوشتہ، خیلے بتفصیل"

پھر لکھا ہے :-

"عزیزے در حق بعضے از شاگردان ایشان گفتہ، ع :- تو ئی در ہر فنے چون مردمک فن"

اس کے بعد ہے :-

"شاگردان ایشان در ریاضی تصانیف رائقہ فائقہ دارند"

خیر اللہ بن لطف اللہ، لطف اللہ مہندس کا یہ دوسرا لڑکا ہے، اس کا پورا نام ابو الخیر المخاطب خیر اللہ خان
مہندس ہے، محمد شاہ کے عہد مین اس نے اپنا نام روشن کیا، اور لفظ المخاطب سے ہویدا ہے، کہ بادشاہ
کے دربار تک اسکو رسائی حاصل تھی، اپنے باپ کی طرح یہ بھی اپنے نام کیساتھ مہندس لکھتا ہے، غالبا
اس نے تعلیم اپنے بڑے بھائی امام الدین سے پائی ہوگی، جس نے ۱۱۴۵ھ تک زندگی پائی ہے، تصریح
کے دیباچہ میں امام الدین نے لکھا ہے، کہ "اس نے اپنے دوستون اور بھائیون کی فرمایش سے یہ شرح لکھی
ہے، عجب نہیں کہ ان بھائیون مین اس کا یہ بھائی بھی ہو، کشن چند اخلاص کے تذکرہ ہمیشہ بہار میں امام الدین
ریاضی کے ذیل میں ہے، "یکے از شاگردان ایشان بر مجسطی شرح فارسی نوشتہ، خیلے بتفصیل ...." آگے
معلوم ہوگا کہ یہ شاگرد خود اس کا بھائی خیر اللہ ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیر اللہ اپنے بھائی امام الدین

کا شاگرد تھا، اس کا بڑا کارنامہ یہ ہے، کہ محمد شاہ کے زمانہ میں راجہ جے سنگھ نے بادشاہ کے حکم سے دہلی، جیپور، بنارس اور اجین میں جو رصد خانے قائم کئے تھے، ان کا بانی اور نگران کار یہی نادرۂ روزگار تھا، آج سے پچیس چھبیس برس پیشتر میں نے یہ بات قیاساً لکھی تھی، لیکن بحمد اللہ کہ آج اوس کے ایک معاصر تذکرہ نویس بندرابن خوشگو المتوفی ۱۱۷۰ھ کی معاصرانہ شہادت سے یہ پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی، خوشگو اپنے تذکرہ سفینۂ خوشگو میں جس کا قلمی نسخہ بانکی پور لائبریری میں نظر سے گذرا، امام الدین ریاضی کے حال میں لکھتا ہے:۔

"امروز ملا ابو الخیر معروف بخیر اللہ برادر اعیانی دی در ہیئت و ہندسہ و اکثر علوم یگانۂ روزگار است، چنانچہ راجہ دھیراج جے سنگھ سوائے زمیندار انبیر، دراین ایام خیال رصد بستن درپیش داشتہ، قریب بست لک روپیہ در بست سال صرف این کار نمودہ باستصواب ابو الخیر مذکور است و حق آنست کہ ذات او برزمانہ منت است"۔۔۔۔

(سفینۂ خوشگو نمبر ۲۵ صفحہ ۱۲۲)

دلی میں اس رصد خانہ کے کام کے علاوہ ریاضیات کا درس بھی دیا کرتا تھا، (دیباچۂ تقریب التحریر) چنانچہ اس کے شاگردوں میں سب سے پہلا نام اوس کے بیٹے محمد علی کا ہے،

اس کی ایک معنوی یادگار انڈیا آفس لائبریری لندن اور کتبخانۂ نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد دکن میں اور دو بانکی پور کے مشرقی کتبخانہ میں ہیں، ان میں سے ایک علی گڈھ مسلم یونیورسٹی لائبریری میں بھی ہے، اور چوتھے کا ذکر علامہ غلام حسین جونپوری نے جامع بہادر خانی میں کیا ہے،

۱۔ تقریر التحریر، یہ خواجہ نصیر الدین طوسی المتوفی ۶۷۲ھ کی تحریر اقلیدس کا فارسی ترجمہ ہے، محمد شاہ کے زمانہ میں ۱۱۴۱ھ میں یہ ترجمہ جیسا کہ کتاب کے دیباچہ میں تصریح ہے، اوس نے ختم کیا، کتاب

ل الندوہ ۱۹ء میں مضمون اسلامی رصد خانے،

آغاز ان فقروں سے ہے،

شکر است مر خدائے راکہ از وست ابتدا بسوئے اوست انتہا و بدست اوست انتہائے

ہمہ چیزہا"

نواب سالار جنگ بہادر (حیدرآباد دکن) کے کتبخانہ میں اس کا جو نسخہ ہے، اس میں مترجم کا نام ابو الخیر بن لطف اللہ مہندس اور انڈیا آفس کے نسخہ (نمبر ۲۳۶) میں "خیر اللہ خان بن لطف اللہ مہندس" درج ہے، جیسا کہ اوس کی فارسی فہرست (جلد اول ص ۱۲۳۴) سے معلوم ہوتا ہے، اس حیدرآبادی نسخہ میں کتاب کا نام صاف "تقریر التحریر" تحریر ہے، لیکن انڈیا آفس لائبریری کی فہرست میں اس کا نام ترجمہ تحریر اقلیدس لکھا ہے، حالانکہ یہ نام نہیں ہو سکتا، "تقریب التحریر" جس کا نام آگے آتا ہے، اور جس کا نسخہ بانکی پور اور علی گڈھ کی لائبریریوں میں ہے، اس کے دیباچہ میں مصنف کے فرزند نے بھی اس کا نام "تقریر التحریر" بتایا ہے، جو بجائے خود اور دوسری تصنیف کے نام کی مشابہت سے بھی نہایت موزوں ہے، انڈیا آفس کے نسخہ کی کتابت کی تاریخ ۲۷ رجب ۱۱۹۴ھ ہے، اس کے پہلے صفحہ پر ایک حاشیہ ہے، جس میں مذکور ہے، کہ یہ نسخہ راجہ نند رام پنڈت نے مسٹر رچرڈ جانسن کے لئے لکھنؤ میں تیار کیا تھا، تعجب ہوگا کہ کبھی ہمارے بزرگوں کی ریاضی کی تصانیف سے استفادہ کے انگریز شائق علم بھی مشتاق تھے، حیدرآبادی نسخہ کو کسی شیخ احمد نے ۱۲۴۴ھ میں لکھا ہے،

۲۔ **تقریب التحریر** یہ خواجہ طوسی کی دوسری کتاب "تحریر مجسطی" کا فارسی خلاصہ ترجمہ مع شرح ہے، مصنف کا نام اس میں "ابو الخیر المعروف بہ خیر اللہ المخاطب بہ خیر اللہ خان، المتخلص بالمہندس ابن لطف اللہ" ہے، کتاب کا آغاز یہ ہے،

"ثنائے کہ از اندازۂ مہندس خرد بیرون است، شایان صانعی کہ خالق سبع سماوات است"

(فہرست کتبخانہ مشرقی بانکی پور جلد یازدہم صفحہ ۷۰)

مصنف نے اس کے دیباچہ میں یہ بیان کیا ہے کہ تحریر اقلیدس کے ترجمہ کے بعد اوس نے یہ کتاب
محمد شاہ (۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ) کی تخت نشینی کے اخیر ثلث (۱۱۶۱ھ) میں تالیف کی، اسکی شرح میں اوس نے
مولینا عبد العلی برجندی کی شرح تحریر مجسطی سے مدد لی ہے، کتاب کا عام انداز یہ ہے کہ پہلے خواجہ طوسی کے
عربی متن کا ایک فقرہ ہے، پھر اس کا فارسی ترجمہ، پھر حسب ضرورت برجندی کی عربی شرح، اور پھر خود ...
کی فارسی شرح ہے،

اس کا ایک نسخہ بانکی پور کے مشرقی کتبخانہ میں ہے، ۲۲ رشوال ۱۲۵۱ھ کتابت کا سال ہے، کتاب کا
نمبر ۱۰ ریاضیات فارسی ہے، اور دوسرا مسلم یونیورسٹی لائبریری (نمبر ۴ علوم فارسی) میں ہے، فہرست میں
اس کا نام ترجمہ مجسطی لکھا ہے، دونوں نسخے نظر سے گذرے ہیں،

کتاب کا آغاز اس طرح ہے،

یارب آسان کن بفضل شامل خود در فتح باب پس بلطف کامل خود ساز انجام کتاب

قال الفاضل الکامل المحقق والعامل الماہر المدقق استاذ الکل فی الکل عالم العلوم
بالحیل الشارح المترجم بالفارسیۃ ابو العلوم العربیۃ ابو الخیر المعروف بخیر اللہ
المخاطب بخیر اللہ خان سیف الرحمن المتخلص بالمہندس ابن لطف اللہ غفرلہ اللہ

الحمد للہ رب العالمین...... اما بعد...... پوشیدہ نماند کہ چون در سالف زمان
ترجمہ تحریر اقلیدس کہ از محقق طوسی با زیادت شرح بعض مقدمات بزبان پارسی برائے
عموم نفع اتفاق افتادہ بود و بتقریر التحریر موسوم گردیدہ خواست کہ برائے اتمام خدمت عباد اللہ
ترجمہ تحریر مجسطی ہم کہ ازان مدق است با یراد بعض فوائد مرقوم سازد چنانکہ بفضل الہی جل جلالہ و عم نوالہ
مسودہ آن کتاب عظیم النفع در ثلث اخیر مدت سلطنت شاہ خلائق پناہ انجم سپاہ فردوس آرامگاہ محمد شاہ باشاہ غازی علیہ الرحمۃ
والرضوان فراغ دست دادہ بود، و بتقریب التحریر مسمی شدہ بسبب عدم دریافت قدر دانی ارکان

دولت در عقدۂ تعویق افتادہ بود، بہ ترغیب بعض دوستان طالب این فن در اواسط سنہ احد جلوس (بادشاہ
عالیجاہ احمد شاہ بہادر) از مسودہ اتفاق شروع بہ بیضہ افتاد و در عشرہ یکہزار و یکصد و شصت و یکم ہجری مقدسہ صلعم
علی گڈھ کا نسخہ جا بجا سے کرم خوردہ ہے، اور بانکی پور کا نسخہ اچھا اور محفوظ ہے، اوپر کی عبارت دونوں
نسخوں کی تطبیق سے درست کی گئی ہے، خاتمہ کی عبارت دونوں میں یہ ہے،

"بعد از بیان سعی در حل این کتاب، و وصف خوبی ہائے آن و اعتذار سہو و خطا و طلب دعائے
خیر و ختم بر صلوۃ و سلام حضرت رسالت پناہ را...... فارغ شدم از تحریر این شرح و تصحیح
آن، روز یکشنبہ اوائل ذی قعدہ سنہ نہصد و ہشت و یک ہجریہ نبویہ...... بن لطف اللہ
مہندس بن احمد"

سنہ نہصد و ہشت و یک" سراسر تحریف ہے، یہ حقیقت میں "ہزار و یکصد و شصت و یک" (۱۱۶۱ھ) ہوگا، کہ
یہی سال محمد شاہ کی وفات کا ہے، اور اس نسخہ کے آغاز میں تصریح ہے، کہ اسوقت بادشاہ ممدوح کی وفات
ہو چکی تھی، گویا کتاب کا مسودہ محمد شاہ کی زندگی میں تیار ہو چکا تھا، مگر ارکان سلطنت کی ناقدردانی سے
یہ پڑا رہا، بالآخر شاہ مرحوم کی وفات پر ریاضی کے شائقین کے اصرار سے احمد شاہ کے پہلے سال جلوس میں
اوس کا یہ مبیضہ تحریر میں آیا،

۲- حاشیہ بر شرح بیست باب در معرفت اسطرلاب

"بیست باب در اسطرلاب" خواجہ نصیر طوسی کا ایک مشہور رسالہ ہے، اسکی شرح علامہ عبد العلی برجندی نے ۸۸۹ھ میں لکھی، اس پر خیر اللہ
مہندس نے یہ حاشیہ لکھا ہے، یہ حواشی بانکی پور لائبریری کی شرح بست باب کے نسخہ نمبر ۴۵، اسکے کناروں پر لکھے ہوئے
موجود ہیں، اس پر محشی کا نام حسب ذیل تحریر ہے،

"خیر المہندسین ابو الخیر منجم المخاطب بخیر اللہ خان مہندس"

اس نسخہ کی کتابت کا سال ۲ جمادی الآخری ۱۱۶۵ھ ہے، (فہرست کتبخانہ مذکورہ جلد ۱۱ ص ۶۷) جو مصنف

کی زندگی کا زمانہ ہے،

۴۔ **شرح زیج جدید محمد شاہی**۔ راجہ جے سنگھ سوائی بانی جے پور و صوبہ دار آگرہ و مالوہ (المتوفی ۱۱۵۶ھ/۱۷۴۳ء) نے محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حکم سے دہلی، جیپور، اجین، بنارس، اور متھرا میں رصد خانے قائم کئے تھے، اور جن کے بنانے میں علاوہ دوسرے ہندو و مسلمان اور انگریز ہیئت دانوں کے یہ خیر اللہ مہندس بھی شریک تھا، ان رصد خانوں کی تحقیقات خود راجہ کے نام سے زیج محمد شاہی کے عنوان سے ۱۱۴۱ھ میں تصنیف ہوئی تھی، خیر اللہ نے اس زیج کی ایک شرح لکھی جس میں جا بجا اوس نے تشریحات اور استدلالات میں اپنے ذاتی مشاہدون کا ذکر کیا ہے، اس شرح مذکور کا حوالہ علامہ غلام حسین جونپوری نے اپنی مشہور تصنیف جامع بہادر خانی میں دیا ہے،

"مرزا خیر اللہ مہندس در شرح زیج محمد شاہی دعوی فرمودہ است کہ "مدار خارج المرکز شمس بلکہ مدارات جمیع حوال را بر شکل بیضوی یافتہ ایم"

۵۔ **شرح زلالی و شرح حافظ و شرح سکندر نامہ**۔ خیر اللہ کو اپنے خاندان کے موروثی جوہر سخن وری سے بھی حصہ ملا تھا، اس ذوق کا یہ اثر تھا کہ اوس نے دیوان زلالی اور دیوان حافظ کی شرحین لکھیں، ان شرحون کا ذکر اس کے بیٹے نے تقریب التحریر کے دیباچہ میں کیا ہے،

اسی قسم کی اوسکی ایک اور کتاب سکندر نامہ کی شرح ہے، یہ دو جلدون میں تمام ہوئی ہے، اور عجیب تر یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں وہ چھپ بھی گئی ہے اوس کی دوسری جلد جامعہ ملیہ دہلی کے کتبخانہ میں نظر سے گذری، یہ مطبع شرف المطابع دہلی میں ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوئی تھی، اس پر مصنف کا نام لقب مرزا خیر اللہ خان مہندس خیر الشارحین لکھا ہے،

۶۔ **محمد علی ریاضی بن خیر اللہ مہندس**۔ خیر اللہ مہندس نے اپنی ایک جسمانی یادگار بھی چھوڑی، جس کا نام محمد علی ہے، یہ بھی اپنے خاندان کے موروثی علوم ریاضی و ہندسہ کا امانت دار تھا، اور اسی لئے الریاضی

کے لقب سے مشہور ہوا، اس کے باپ نے اپنی کتاب تقریب التحریر مسودہ کی حالت میں چھوڑی تھی، اور صرف دیباچہ لکھا تھا، کہ وہ دوسری کتابون کی تصنیف اور طلبہ کے درس و تدریس میں مصروف ہو گیا، محمد علی نے اس کتاب کو صاف کر کے اشاعت و استفادہ کے قابل بنایا۔ چنانچہ اس کتاب پر خود محمد علی نے ایک دیباچہ بڑھایا ہے، جس میں یہ واقعہ درج کیا ہے،

"می گوید بندۂ خاکسار ذرۂ بے مقدار الراجی الی رحمۃ ربہ القوی محمد علی الریاضی آنکہ چون والد این احقر العباد بر تحریر اقلیدس شرحے مبسوط معنی کہ مسمی بتقریب التحریر است بزبان فارسی نوشتند..... خواستند کہ بر تحریر کتاب مجسطی کہ مشکل ترین کتب علم ہیئت است، یا براہین ہندسی و درین رصد بے نظیرے کہ دست فکر ہر کس از ریاضی دان بدامن مطلبش نمی تواند رسید و ز ورخیال و ہر کجے از ہیئت دان لنگر معانیش نتوان جنبانید۔ نیز شرحے بزبان فارسی با فوائد دیگر بنویسند کہ برائے ہر طالبے بکار آید...... دور آخر سلطنت فردوس آرام گاہ محمد شاہ مسودہ آن تمام تحریر یافت۔ و بسبب بعضے از موانع کہ شغل مطالعہ کتب دیگر باشد و عدم فراغ از دیگر امور مبیضۂ آن در حیز تعویق افتاد۔ الحال من بے بضاعت عاکف زاویۂ جہالت خصوصاً در علم ریاضی کہ درآن ریاضت معتد بہ نکردہ، و آشنائے پیدا نساختہ و از بوئے ریاض ریاضی بوئیدہ والد گرامی خواہست کہ آن مسودہ را مبیضہ نویسد بحسب آنچہ در خاطر فاتر این ناقص در آید تن را......"

اس کے بعد خیر اللہ کے مبیضہ کا دیباچہ ہے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد محمد علی کی یہ عبارت ہے۔

"و من مترجم می گویم کہ این اخبار شارح بہ مبیضہ ساختن تا نوشتن دیباچہ بود"

وزیادہ ازان سبب بعضے از مشاغل اتفاق نیفتاد، چنانچہ ساختن شرح زلالی و شرح خواجہ حافظ و درس کتب ریاضی این حقیر فقیر خواست کہ تا این محنت ضائع نشود، جرأت در نوشتن مبیضہ نمود، والا چہ نسبت خاک را با عالم پاک ....

محمد علی ریاضی احمد معمار کے سلسلۂ نسل کی آخری کڑی ہے، جس کا حال ہمیں معلوم ہو سکا ہے، اور اسی نام پر اس خاندان کے تذکرہ کا خاتمہ ہوتا ہے، جس نے کم از کم سوا سو برس تک لاہور اور دہلی میں تعمیرات ہندسہ و ریاضی کی زندہ جاوید خدمتیں انجام دین،

اس تفصیل کے بعد ضرورت ہو کہ لطف اللہ مہندس کی اس مثنوی کو مسلسل یکجا نقل کر دیا جائے جس میں اس نے اپنے باپ اور بھائیوں کا اور خود اپنا حال لکھا ہے، تاکہ اب ناظرین کو اس کی خاندانی حیثیت کے واضح ہو جانے کے بعد اسکی صداقت بیان کا پورا وثوق ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ تاج اور لال قلعہ کی عمارتوں کا اصل معمار اور مہندس کون تھا،

شاہ جہان داور گیتی ستان — روشنیٔ دودۂ صاحب قران
عرش برین قبۂ خرگاہ اوست — رشک فلک سدۂ درگاہ اوست
احمد معمار کہ در فن خویش — صد قدم از اہل ہنر بود بیش
واقف تحریر و مقالات آن — آگہ اشکال و حوالات آن
حال کواکب شدہ معلوم او — سر مجسطی شدہ مفہوم او،
از طرف داور گیتی جناب — نادر عصر آمدہ او را خطاب،
بود عمارت گر آن بادشاہ — داشت دران حضرت فرخندہ راہ
آگرہ چو شد مضرب رایات شاہ — بس کہ برد بود عنایات شاہ،

کرد بحکم شہ کشور کشا، — روضۂ ممتاز محل را بنا،
بار بحکم شہ انجم سپاہ، — شاہ جہان داور گیتی پناہ
قلعہ دہلی کہ ندارد نظیر، — کرد بنا احمد روشن ضمیر،
این دو عمارت کہ بیان کردہ ایم — در صفت خامہ روان کردہ ایم
یک ہنر از گنج ہنرہای اوست — یک گہر از کان گہرہای اوست
چون نبود عالم فانی مقر — کرد سوی عالم باقی سفر،
پس سہ پسر مانند زمرد سترگ — زان سہ عطاء اللہ رشیدی بزرگ
نادر عصر خود و مشہور شہر، — عالم و علامۂ و دانای دہر
مرد ہنر پرور و استاد فن — فاضل و دانشور و حبر زمن
مخزن علم آمدہ تالیف او، — گنج ہنرہاست تصانیف او،
نثر وی از آب روان پاک تر — نظم خوشش غیرت سلک گہر
منکہ سخن پرور دانش ورم — بندۂ آن حبر سخن پرورم،
منکہ ربودم ز جہان گوی علم — از چمنش یافتہ ام بوی علم
منکہ شدہ آگہ سر نہان — زدم او یافتہ ام قوت جان
ثانی آن ہر سہ برادر منم، — ہندسہ یکفن بود از صد فنم
گرچہ مہندس لقبم از شہ است — نام من دل شدہ لطف اللہ است
ثالث آن ہر سہ برادر بسال — آمدہ نور اللہ صاحب کمال
ماہمہ معمار عمارت گریم — ماہمہ استاد و سخن پروریم
لیک بود قصر کلامش عجب — زان شدہ معمار مرا و را لقب

گرچہ کم است سالِ ئی از سالِ من | بیش بود حالِ وی از حالِ من
نثرِ وی از نظم گہر بار تر | نظم ز نثر آمدہ ہموار تر
دیدہ ز نورِ سخنش پر ضیا | طبع ز لطفِ سخنش پر صفا
گنجِ ہنر آمدہ در مشتِ او | ہفت قلم راندہ سہ انگشتِ او
گرچہ منم بے سخن استادِ فن | آن یک و دین یک بود استادِ من

گرچہ مرا ہست ھندس لقب
ہندسہ زان ہر سہ برادر طلب

ایک نئی کتاب

"ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہین"

یہ مولوی ابوالحسنات ندوی مرحوم کا وہ پر از معلومات مقالہ ہے، جو علامہ سید سلیمان ندوی کی خواہش سے لکھا گیا تھا، اور معارف ۱۹۰۹ء کے مختلف نمبرون میں مسلسل شائع ہوا تھا، اور جس کو اہلِ نظر نے بے حد پسند کیا تھا، اور ان کی تجویز تھی، کہ یہ ایک کتاب کی صورت میں یکجا ہو جائے، پنجاب کے ایک پبلشر نے اس کو اسی زمانہ میں چھاپا، تو پوری کتاب مسخ ہو گئی، اب دار المصنفین نے اسی مقالہ کو نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے، اس کتاب کو پڑھنے کے بعد مسلمانون کے گذشتہ شاندار تعلیمی کارنامے نظر کے سامنے آجاتے ہین،

ضخامت ۱۴۴ صفحات، قیمت ۱۲/

مقالاتِ شبلی جلد پنجم (تاریخی)

یہ مولانا شبلی کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو اکابر اسلام کے سوانح و حالات سے متعلق ہین، اس مین علامہ ابن تیمیہ، ابن رشد اور زیب النسا کی سوانحعمری، وغیرہ جیسے اہم اور مفید مضامین ہین، ضخامت ۱۴۰ صفحے، قیمت: عمر "مینیجر"

دیوان شمس تبریز اور مولانا روم

از جناب غلام دستگیر صاحب رشید ایم اے استاذ فارسی نظام کالج حیدرآباد دکن

(۴)

ایک اہم روایت ایک اہم روایت ملاحظہ ہو:-

"روزے مولانا فرمود کہ علمائے ظاہر واقف اخبارِ رسول اند، وحضرت مولینا شمس الدین واقف اسرارِ رسول است"

شمس تبریزی توئی واقفِ اسرارِ رسول | شمس تبریزی توئی واقفِ اسرارِ رسول
نامِ شیرینِ تو ہر دل شدہ را درمان باد | نامِ شیرینِ تو درد ہمہ را درمان باد

اس شعر میں بھی خصوصیت یہ ہے، کہ حضرت شمس کا نام ہے، لیکن بطرز خطاب، ایسا بھی ہوتا ہی کہ شاعر کبھی غیر فرض کر کے اپنے آپکو بھی مخاطب کرتا ہے، جسکو صنعت تجرید کہتے ہین، لیکن یہان صورتِ حال ایسی نہیں ہے، کیونکہ تصریح موجود ہے کہ مولانا نے ایک دن حضرت شمس کی فضیلت ظاہر کرنیکے لئے یہ شعر فرمایا، ایسے ہی کثیر اشعار دیوان میں ہین، جنمیں حضرت شمس کو مختلف طریقہ سے مخاطب کیا گیا ہے، ان سے یہ سمجھنا کہ یہ حضرت شمس ہی کی شاعرانہ تعلی ہے، غلط ہے، پہلے تو ان کی نوعیت ہی ایسی نہیں، کیونکہ ان اشعار مین مدح کی نوعیت ایسی ہے، جیسے کوئی دوسرا اپنے انتہا معتقد مدح کرتا ہے، دوسرے اشعار اس کثرت سے ہین، کہ صرف شاعرانہ تعلی کے تحت کوئی شاعر اپنی مدح اس کثرت سے نہیں کرتا،

جب تذکرہ کا شعر دیوان میں بھی ملتا ہے، تو اس امر کی ایک قوی دلیل بیشِ نظر ہو گئی ہے، کہ دیوانِ شمس تبریز مولینائے روم کے کلام کا مجموعہ ہے،

مناقب کے صفحہ ۲۰۳ پر ہے:-

ریگ زآب سیر شد من نہ شدم زہے زہے ریگ زآب سیر شد من نہ شدم زہے زہے

لائق جز گمان من نیست درین جہان ہے لائق جز گمان من نیست درین جہان ہے

کوہ کمینہ لقمہ ام بحر کمینہ شربتم کوہ کمینہ لقمہ ام بحر کمینہ شربتم

من چہ نہنگم اے خدا باز کشا مرا زہے من چہ نہنگم اے خدا باز کشا مرا زہے

(ک - ۳۵۲)

رسالۂ سپہ سالار کی شہادت، اس نوعیت کی دوسری شہادت رسالۂ سپہ سالار میں ملتی ہے، رسالۂ سپہ سالار[1] مولینا کے حالات کا اصلی اور صحیح ماخذ ہے، حضرت فریدون معروف بہ سپہ سالار مولینا کی صحبت میں چالیس برس تک رہے، اعتقاد و ارادت بجد رکھتے تھے، انہی کا بیان ہے، "خلاصۂ عمر خود را بہ ملازمت حضرت او مستغرق داشتم و نقش مہر و محبتش را کالنقش فی الحجر بر صحیفۂ دل خویش نگاشتم" اسلئے وہ لازماً انکے محرم راز اور واقف اسرار تھے، انھوں نے مولینا کے وصال مبارک کے بعد طالبان حال کے لئے یہ رسالہ لکھا تھا، رسالہ شہرۂ آفاق ہے، مولینا کے محامد اور مناقب میں اسے عدیم النظیر اور فقید المثال سمجھا جاتا ہے، اس کے متعلق لکھا ہے،

"از تصانیف لطیفہ[2]...... سیدی فریدون معروف بہ سپہ سالار قدس سرہ کہ از مخلص مریدان کاشف اسرار ازلی و شارح رموز ابدی حضرت مولوی معنوی رضی اللہ عنہ بمستند و چہل سالہ شبانہ روز در سفر و حضر و خلوت و جلوت پیوستہ ملازم صحبت کیمیا خاصیت حضرت مولینا روح اللہ تعالیٰ روحہ ماندہ و خدمتہا کردہ و فیضہا بردہ، و مورد مراحم خاصہ و توجہات تامہ گشتہ و واقف اسرار و محرم راز بودہ اند، انچہ از انفاس قدسی، و کلمات طیبات و حالات سامیہ و کوائف عالیہ و کرامات باہرہ و آیات ظاہرہ حضرت معنوی علیہ الرحمۃ والرضوان

[1] سپہ سالار در کتبخانۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ، [2] رسالۂ سپہ سالار مطبوعہ محمود المطابع واقع کانپور مطبوعہ ۱۳۱۹ھ

بگوش خود از زبان مبارکش شنیدہ و بلا واسطہ استفاضہ نمودہ و بچشم خود دیدہ و مشاہدہ کردہ و معاینہ نمودہ در سلک تحریر درآوردہ اند، و بر شقۂ تصویر سفتہ درین رسالہ جمع فرمودہ اند"

سپہ سالار کا بیان ہے کہ مولانا کے ایک مرید خاص نے اس کی تحریک کی، اسی بنا پر انھوں نے چشم یقین کے مشاہدات کو قلمبند کیا؛ "بنا بر التماس آن عزیز ہرچہ این ضعیف بعین الیقین مشاہدہ کردہ باشد و در ایام این ضعیف ازان حضرت بوجود آمدہ، از آنچہ در گوشۂ خاطرم ماندہ بود، در قلم آورد، (بیت)

درویش سخن از دیدہ گوید، عامے سخن از شنیدہ گوید"

افلاکی کی طرح سپہ سالار کی بھی یہی عادت ہے، کہ انھوں نے بکثرت مولینا کی مثنوی اور دیوان سے مختلف مقامات پر اشعار لکھے ہیں، لیکن ان کی خصوصیت یہ ہے کہ تقریباً ہر جگہ انھوں نے تصریح کر دی ہے، ہم سپہ سالار اور دیوان کے منتخب اشعار بالمقابل درج کریں گے، تاکہ اس دعویٰ کے ثبوت میں شک کی کوئی گنجایش باقی نہ رہے، کہ دیوان شمس تبریز مولانائے روم کا کلام ہے، البتہ کثرت تکرار کے باعث تصریحات سوائے ضروری مقامات کے اور مقامات پر حذف کر دیئے جائیں گے،

مثنوی کے مندرجہ اشعار میں سے چند شعر یہ ہیں،

حضرت خداوندگار[3] می فرماید،

در پناہ جان جان بخشی توئی، خفتۂ اندر کشتی و راہ میروی،

مگسل از پیغمبر ایام خویش، تکیہ کم کن بر فن و بر گام خویش،

چونکہ موسیٰ رونق دور تو دید، کاندرو صبح تجلی می دمید،

[1] سپہ سالار طبع محمود المطابع کتبخانۂ کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، [3] حضرت سپہ سالار اپنے مرشد طریق مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ کو اکثر خداوندگار کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ مولینا کے حالات میں جو فصل ہے اسکا عنوان یہ ہے؛ فصل اول در ذکر تاریخ ولادت و مدت عمر قدس اللہ العزیز کہ حضرت خداوندگار سلطان الاولیا در شہور سنہ اربع و ستمائۃ ہجری قدم مبارک در عالم وجود نہاد

هر کرا اسرار کار آموختند مہر کردند و زبانش دوختند

غزلیات کے اشعار درج ذیل ہیں:-

سپہ سالار مولانا کے متعلق لکھتے ہیں "بزبان خویش صفت حال خود بیان میفرماید"

رسالہ سپہ سالار	دیوان
بدان کہ پیر سراسر صفات حق باشد	بدان کہ پیر سراسر صفات حق باشد
اگرچہ پیر نماید بصورت بشری	اگرچہ پیر نماید بصورت بشری
(ص ۴ سپہ سالار)	(کلیات[1] شمس تبریز ص ۹۶)
جان من و جان ترا پیش ازین،	جان من و جان ترا پیش ازین،
سابقہ بود کہ گشت آشنا،	سابقہ بد کہ شدند آشنا،
الفت امروز ازاں سابقہ است	الفت امروز از ان سابقہ است،
گرچہ فراموش شد آنہا ترا،	گرچہ فراموش شد آنہا ترا
(ص ۵)	(دیوان شمس تبریز لکھنؤ نسخہ ذاتی ص ۲۲)

حضرت خداوندگار میفرماید،

رسالہ سپہ سالار	دیوان
اے اولیائے حق را از حق جدا شمردہ	اے اولیائے حق را از حق جدا شمردہ
گر ظن نیک داری بر اولیا چہ باشد	گر ظن نیک داری بر اولیا چہ باشد
(ص ۱۵)	(ک ۳۱۴)
یک حملۂ مردانہ مستانہ بکردیم	یک حملۂ مردانہ مستانہ بکردیم،

[1] ک سے مراد کلیات شمس تبریز مطبوعہ منشی نولکشور کتب خانہ جامعہ عثمانیہ ہوگی، (د) سے مراد دیوان شمس تبریز مطبوعہ منشی نولکشور ۱۹۱۴ء،

رسالہ سپہ سالار	دیوان
تا علم بدادیم و بمعلوم رسیدیم	تا علم بدادیم و بمعلوم رسیدیم
با آیت کرسی سوئے عرش پریدیم	با آیت کرسی سوے عرش پریدیم،
(ص ۱۱) تاج بدیدیم و بقیوم رسیدیم	تاج بدیدیم و بقیوم رسیدیم (د - ص ۲۴۴)
ندارد پائے عشق او دل بے دست و بے پایم	ندارد تاب عشق او دل بے دست و بے پایم
کہ روز و شب چو مجنونم سر زنجیری خایم	کہ روز و شب چو مجنونم سر زنجیری خایم،
میان خونم و ترسم کہ گر آید خیال او	میان خونم و ترسم کہ گر آید خیال او
بخون دل خیالش را زبیخویشی بیالایم	بخون دل خیالش را زبیخویشی بیالایم
زشبہائے من حیران بپرس از لشکر پریان	زشبہائے من حیران بپرس از لشکر پریان،
کہ در ظلمت درآمد شد پریرا پائی ہمی سایم	کہ در ظلمت درآمد شد پریرا پائی ہمی سایم
ہمی گردد دل پارہ ہمہ شب ہمچو استارہ	ہمی گردد دل پارہ ہمہ شب ہمچو استارہ
شدہ خواب من آوارہ زسحر یار خود رایم	شدہ خواب من آوارہ زسحر یار خود رایم
رہا کن تا چو خورشیدی قبائے پوشم از آتش	رہا کن تا چو خورشیدی قبائے پوشم از آتش
دران آتش چو خورشیدی جہانے را بیارایم	دران آتش چو خورشیدی جہانے را بیارایم
اگر یکدم بیاسایم روان من نیاساید،	اگر یکدم بیاسایم روان من نیاساید
(ص ۱۱) من آن لحظہ بیاسایم کہ یک لحظہ نیاسایم	من آن لحظہ بیاسایم کہ یک لحظہ نیاسایم (ک ۴۶۵)

در محل دیگر از بیان این حال اشارت می فرماید، قدس سرہ العزیز،

رسالہ سپہ سالار	دیوان
ہمہ خفتند و من دل شدہ را خواب نبرد	ہمہ خفتند و من دل شدہ را خواب نبرد

[1] مناقب اور سپہ سالار میں نہ صرف مولینا کے چیدہ چیدہ اشعار ہیں، جو دیوان شمس تبریز میں ملتے ہیں، بلکہ بعض پوری پوری غزلیں ہیں، اور بعض کسی غزل کے کئی کئی اشعار ہیں،

همه شب دیدهٔ من برفلک استاره شمرد

خوابم از دیده چنان رفت که هرگز نامد

خواب من زهر فراق تو بنوشید و بمرد (مثنا) (کلیات)

کلیات شمس میں اس غزل کا مقطع یہ ہے:۔

شمس تبریز که خورشید معانی گویم معنی و صورتِ ما او بظهوری آورد

سپہ سالار کے بیان اور ان کے درج کیے ہوئے اشعار سے صاف ظاہر ہے، کہ یہ غزل مولینا روم کی ہے، "دیوان شمس" کو شمس تبریز کا کلام سمجھنے کی ایک بڑی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ مقطعوں میں مولینا کا نام آتا ہے، لیکن سپہ سالار کی اس مثال اور کلیات میں غزل کے اس مقطع سے ظاہر ہو گیا کہ ہم کو اس بنا پر ایسا سمجھنا چاہیے، بلکہ یہ امر پوری قوت سے ثابت ہوتا ہے، کہ دیوان شمس تبریز مولینا روم کی غزلیات کا مجموعہ ہے، اگرچہ سپہ سالار نے تصریح نہیں کی، لیکن بعض سوانح نگاروں نے لکھا ہے، کہ ایک رات مولینا بے حال سے آرام نہ فرما سکے، اس موقع پر یہ غزل فرمائی،

دیده خون گشت و خون نمی خسپد

دل من از جنون نمی خسپد

مرغ و ماهی ز من شده حیران

کین شب و روز چون نمی خسپد

پیش ازین در عجب همی بودم

کاسمان نگون نمی خسپد

آسمان خود کنون ز من خیره است

کہ چرا این زبون نمی خسپد

عشق بر من فسون اعظم خواند

جان شنید آن فسون نمی خسپد

این یقینم شده است بیش از مرگ

کز بدن جان برون نمی خسپد

هین خمش کن باصل راجع شو

دیدهٔ راجعون نمی خسپد (مثنا) (دیوان)

دیوان میں اس غزل کا مقطع یہ ہے:۔

از قضاهاے شمس تبریزی ذوفنون ذوفنون نمی خسپد

ایک اہم بحث

بعض غزلوں کے مقطعوں میں تو حضرت شمس کا نام اس مداحانہ طرز میں آتا ہے، کہ صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شمس کا کلام نہیں، جیسا ہم نے اس سے پہلے کی مثال میں بحث کی ہے لیکن بعض غزلوں میں ایسی حالت نہیں ہے، اس سے دھوکا ہو سکتا ہے، کہ شاید ایسی غزلیں شمس تبریزی کی ہوں، لیکن یہ شبہہ بھی جاتا رہتا ہے، کہ اس غزل کے مقطع میں شمس کا نام کسی خاص واضح تعریفی انداز یا الفاظ میں نہیں لیا گیا، اور سپہ سالار کے رسالہ سے یہ حقیقت نمایاں ہے، کہ یہ غزل مولینا روم کی ہے، جب یہ اشعار بجنسہ دیوان شمس تبریز میں ملتے ہیں، تو ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ دیوان شمس تبریز مولینائے روم کے کلام کا مجموعہ ہے،

بوے همی آید مرا مانا که باشد یار من

بر باد من پیمود می آن یا وفا خمار من

کے یاد من رفت از دلش ای در دل و جان منزلش

هر لحظه مجنونے کند هر دل بیمار من

سپہ سالار	دیوان
کو نعرۂ یا بانگئے اندر خود سودائے من	کو نعرۂ یا بانگئے اندر خود سودائے کن
کو آفتابی یا مہی مانندۂ انوار من	کو آفتابی یا مہی مانندۂ انوار من
امشب درین گفتار ہا رمزے ازان اسرار ہا	امشب دریں اسرار ہا رمزے ازین اسرار ہا
در پیش بیداران ہندآن دولت بیدار من	در پیش بیداران ہندآن دولت بیدار من
آن پیل بخواب اے عجب چون دید ہندوستان بشب[1]	آن پیل بخواب اے عجب چون دید ہندستان بشب
لیلی درآمد در طلب درجان مجنون دار من	لیلی درآمد در طلب درجان مجنون دار من
صبر از دل من بردہ مست و خرابم کردہ	صبر از دل من بردہ مست و خرابم کردہ
کو علم من کو حلم من کو عقل زیرک ساز من	کو علم من کو حلم من کو عقل زیرک ساز من
امشب چہ باشد قرنہا منشانداین بازار ازان	امشب چہ باشد قرنہا منشاند این بازار ازان
(مث ۱۵) من آب گشتم از حیا ساکن نشد این نار من	من آب گشتم از حیا ساکن نشد این نار من (ک ۲۴۴)

سپہ سالار	دیوان
ہر بشرے کہ صاف شد در دو جہان در او ولی	ہر بشرے کہ صاف شد در دو جہان در او ولی
دید غرض کہ فقر بد باز نگ الست را بلی	دید غرض کہ فقر بد بانگ الست را بلی
(ص ۲۰)	(ک ۸۸۵)

حضرت خداوندگار ..... از سر معاملۂ خویش بیان می فرماید، بیض اللہ وجہہ العزیز

سپہ سالار	دیوان
بسوزید آتش تقوی جہان ماسوی اللہ را	بسوزید آتش تقوی جہان ماسوی اللہ را
(مث ۲۲) بزد برقی والله و بسوزانید تقوی را	بزد برقی والله و بسوزانید تقوی را (ک ۹۱۱)

حضرت خداوندگار ما از صفت آن شراب کلمات بسیار در غزل دیگر بیان میفرماید متعنا اللہ منہ

[1] مولینا نے اس طرح بعض اور اشعار میں بھی ہندوستان کا ذکر کیا ہے۔

سپہ سالار	دیوان
پیش ازان کاندر جہان باغ و مَی انگور بود	پیش ازان کاندر جہان باغ و مَی انگور بود
از شراب لایزالی جان ما مخمور بود	از شراب لایزالی جان ما مخمور بود
ما ببغداد جہان جانِ اناالحق میزدیم	ما ببغداد ازل لافِ اناالحق میزدیم
پیش ازین کین دار و گیر و نکتۂ منصور بود	پیش ازین کین دار و گیر و نکتۂ منصور بود
(ص ۲۴)	(ک ۲۶۰)
سر قدم کردیم و آخر سوے جیحوں تاختیم	سر قدم کردیم و آخر سوے جیحون تاختیم
عالمے برہم زدیم و جست بیرون تاختیم	عالمے برہم زدیم و جست بیرون تاختیم
اولیں منزل یکے دریائے پرخون رونمود	اولیں منزل یکے دریاے پرخون رونمود
درمیان موجِ آن دریائے پرخون تاختیم	درمیان موجِ آن دریاے پرخون تاختیم
چون براق عشق عرشی بود زیران ما	چون براق عشق عرشی بود زیر ران ما
گنبدی کردیم و سوے چرخ گردون تاختیم	گنبدی کردیم و سوے چرخ گردون تاختیم
فہم و وہم و عقلِ انسان جملگی در رہ بریخت	فہم و وہم و عقلِ انسان جملگی در رہ بریخت
چونکہ از شش حد انسان سخت افزون تاختیم	زانکہ از شش حد انسان سخت افزون تاختیم
عالم چون را مثال ذرہ ہا برہم زدیم[1]	عالم بیچون مثال ذرہ ہا برہم زدیم
تا بہ پیش تختِ آن سلطان بیچون تاختیم	تا بہ پیش تختِ آن سلطان بیچون تاختیم
(ص ۲۵)	(ک ۵۲۹)

سپہ سالار	دیوان شمس تبریز
سالکان قدس را محرم شدم	سالکان قدس را محرم شدم

[1] سپہ سالار کا مصرع زیادہ صحیح ہے، اسلئے کہ عالم چون "سلطان بیچون" کے مقابل ہے۔

ساکنانِ قدس را ہمدم شدم
طارمی دیدم برون از شش جہت
خاک گشتم فرش آن طارم شدم
ہر نفس ہمراہ عزرائیل بود،
جان مبادم گر ازو درہم شدم
روبرو با مرگ کردم مرحبا،
تاز عید مرگ من خرم شدم
گہ چو عیسی جملگی گشتم زبان،
گہ دلے خاموش چو مریم شدم
بانگ نائے لم یزل بشنوز من
گر چو پشت چنگ اندر خم شدم
عید اکبر شمس تبریزی کہ بود،
عید را قربانیٔ اعظم شدم،

(ص ۳۵)

ریگ ز آب سیر شد من نشدم رہی ز ہے
لائق جز گمان من نیست درین جہان ز ہی
اگر دلت بہ بلائے غمش شرح نیست
یقین بدان کہ تو در عشق شاہ مختصری
ز رنج گنج بترس و ز رنج ہر کس نے

ساکنانِ قدس را ہمدم شدم،
طارمی دیدم برون از شش جہت
خاک گشتم فرش آن طارم شدم
ہر نفس ہمراہ عزرائیل بود،
جان مبادم گر ازو درہم شدم
روبرو با مرگ کردم مرحبا
تاز عید مرگ من خرم شدم
گہ چو عیسی جملگی گشتم زبان،
گہ دلے خاموش چو مریم شدم
بانگ نائے لم یزل بشنوز من،
گر چو پشت چنگ اندر خم شدم
عید اکبر شمس تبریزی کہ بود،
عید را قربانیٔ اعظم شدم

(ک ۲۱۱)

ریگ ز آب سیر شد من نشدم ز ہی ز ہے
لائق جز گمان من نیست دریں جہان ز ہی
اگر دلت بہ بلائے غمش شرح نیست
یقین بدان کہ تو در عشق شاہ مختصری
ز رنج گنج بترس و ز رنج دیگرنے،

کہ خشم حق نہ بود ہمچو کینۂ بشری

(ص ۲۷)

غم راچہ زہرہ باشد تا نام ما برد
دستے بزن کہ از غم و غمخوار فارغیم
ما لاف می زنیم تو انکار میکنی
ز اقرار ہر دو عالم و انکار فارغیم

(ص ۲۸)

چنانکہ از رنگ رنجوران طبیب از علت آگاہ شد
ز رنگ و روئے چشم تو بدنیت پے برد بینا
ببیند حال دین تو بد اندھر و کین تو،
ز رنگت لیک پوشاند نگردد اندر ترا رسوا
نظر در نامہ می دارد وے تا لب نمی خواند
ہمی داند کزین حال چہ صورت زایدش فردا

(ص ۲۹)

ستارہ ایست خدا را کہ بر زمین گردد
کہ در ہوائے دلیست آفتاب چرخ بود
بسا سحر کہ در آید بصومعۂ مومن
کہ من ستارۂ سعدم بجوز من مقصود
ستارہ ام کہ من اندر زمین و بر چرخم

کہ خشم حق نہ بود ہمچو کینۂ بشری

(ک ۶۷۸)

غم راچہ زہرہ باشد تا نام ما برد
دستی بزن کہ از غم و غمخوار فارغیم
ما لاف می زنیم تو انکار میکنی
ز اقرار جملہ عالم و انکار فارغیم

(ص ۳۰۶)

چنانکہ از رنگ رنجوران طبیب از علت آگاہ شد
ز رنگ و روئے و چشم تو بدنیت پے برد بینا
ببیند حال دین تو بد اندھر و کین تو
ز رنگت لیک پوشاند نگردد اندر ترا رسوا
نظر در نامہ می دارد و لے تا لب نمی خواند
ہمی داند کزین حال چہ صورت زایدش فردا

(ک ۳)

ستارۂ ایست خدا را کہ بر زمین گردد
کہ در ہوائے دلیست آفتاب چرخ بود
بسا سحر کہ در آید بصومعۂ مومن
کہ من ستارۂ سعدم بجوز من مقصود
ستارہ ام کہ من اندر زمین و بر چرخم

بصد مقام یا بند چون خیال حدود — بصد مقام یا بند چون خیال حدود

(ص ۳۷) — (ک ۳۲۳)

ایک بادشاہ کی تباہی کے حال کی تفصیل کے بعد فرماتے ہیں، در اثنائے آن سماع بر داشتند و این غزل را فرمودند،

نگفتمت مرو آنجا کہ مبتلات کنند — نگفتمت مرو آنجا کہ مبتلات کنند

کہ سخت دست دراز اند بستہ مات کنند — کہ سخت دراز اند بستہ مات کنند

نگفتمت کہ ازان سوئے دام در دانہ ست — نگفتمت کہ ازان سوئے دام در دانہ است

چو در فتادئ در دام کے رہات کنند — چو در فتادئ در دام کے رہات کنند

(ص ۴۳) — (ک ۳۲۶)

در خانہ خمار خرابات کہ دید است — در خانہ خمار خرابات کہ دید است

(ص ۲۰) — (ک ۳۲۸)

گر بشکند این جام من غصہ نیاشایم — گر بشکند این جام من غصہ نیاشایم

جائے دگران ساقی در زیر بغل دارد — صد جام دگر ساقی در زیر بغل دارد

(ک ۲۱۱)

یہ سب وہ اشعار ہیں، جن کے متعلق سپہ سالار کی تصریح نظر سے گذر چکی ہے، کہ یہ سب مولانا روم کے فرمودہ ہیں اس کے مقابل دیوان شمس تبریز سے منتخب شدہ اشعار بھی پیش نظر ہو چکے ہیں؛ اب تصفیہ کیا جا سکتا ہے کہ دیوان شمس تبریز مولینا کا کلام ہے، یا نہیں، بلا خوف تردید جواب اثبات میں ہے،

[1] یہ اشعار تصریح کے ساتھ مناقب میں بھی موجود ہیں،

سپہ سالار کا ایک اہم بیان

علاوہ ان منتخبہ اشعار کے جو ہم نے اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کئے ہیں سپہ سالار کا ایک اور بیان بھی ہے، جس سے ہمارے دلائل قطعی ہو جاتے ہیں،

جب حضرت شمس تبریز دمشق کی طرف روانہ ہوگئے - تو وہاں سے مولانا کے نام ایک نامۂ اقدس روانہ فرمایا-

"ناگاہ از حضرت مولینا شمس الدین بخداوندگار از محروسۂ دمشق مکتوب آمد، بعد ازان حضرت خداوندگار در شوق عشق آنحضرت باز بسماع شد وکلمات وغزلیات انشا فرمود؛"

(سپہ سالار ص ۶۶)

دیوان کو دیکھئے تو ایک دو نہیں سیکڑون غزلیات اور ہزارون اشعار اس حال کی ترجمانی کرتے ہین، مثلاً یہ اشعار ملاحظہ ہون،

اے تو جان صد گلستان از سمن پنہان شدی — اے تو جان جانم چون زمن پنہان شدی

شمس تبریزی بجاہی رفتہ چو یوسفی — اے تو آب زندگی چون از سمن پنہان شدی

آگے چلئے تو اس سے زیادہ پرجوش بیان ہے، مفسدین کی شرارت سے تنگ آکر جب حضرت شمس الدین تبریز دوبارہ غائب ہوگئے، تو مولانا کو بیحد قلق ہوا، اور مولینا نہایت بیتاب بیقرار ہوئے؛

"دران مدت ناگاہ غیبت فرمود، حضرت خداوندگار علی الصباح چون در مدرسہ آمد وخانہ را از انتیان خالی یافت چون ابر بخروشید وزد وشب در فراق غزلیات بیان می آوردند،" (ص ۶۶ سپہ سالار)

اس غم ہجران کو بصورت شعر دیکھئے،

بہر حق بارے دگر ما عاشق دو بارہ ایم — مفخر تبریز شمس الحق تو باز آ از سفر

[1] انتخاب غزلیات مولینا روم و فرزند مولینا روم قلمی کتبخانہ آصفیہ حیدر آباد دکن،

اے مونس و غمگسار عاشق، اے چشم و چراغ یار عاشق،

زینهار چه زیان اگر تو باشی چاره گر و غمگسار عاشق،

(دیوان شمس تبریز نسخہ ذاتی مطبع منشی نولکشور، ص ۱۹۰)

ز شمس الدین دلا بس دور دوری، ز دوری گوئے ہمچو نفخ صوری،

خود بین در نظم شعرم منگر بہر انکو دیده و دل ز عشقش ہست خوں پالائے

زہے چشم مرا حاصل شده آئین خونریزی ز ہجران خداوندی شمس الدین تبریزی

(کلیات شمس تبریز لکھنو ک ۱۹۱)

مدت دراز کے ہمدم و ہمراز کے اس بیان اور دیوان کے ان اشعار کے بعد اس حقیقت کے اعتراف میں کوئی امر مانع دکھائی نہیں دیتا، کہ دیوان شمس تبریز مولانا کا کلام ہے، مولانا کے سیرت نگاروں میں سپہ سالار کی شہادت قطعی اور آخری ہے،

مثنوی سلطان ولد کی شہادت، سلطان ولد مولینا کے نامور فرزند ارجمند ہین، صاحب علم و عمل ہونے کے علاوہ اہل سخن بھی تھے، شعر میں مولینا ہی کے پیرو ہین، انکو ایک طرف علوم رسمی میں ید طولیٰ حاصل تھا تو دوسری طرف حقائق قدسی سے بھی انکا دامن دولت مالا مال تھا، سپہ سالار[1] کہتے ہین،

"سلطان ولد رضی اللہ عنہ ...... در جمیع علوم رسمی دریاے بیکران بود و در معارف و حقایق قدسی بادشاہی بود بے مثل و نشانہ"

حضرت شمس بھی ان پر نہایت مہربان تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ ظاہر و باطن میں کامل ہوے،

"حضرت مولینا شمس الدین عظم اللہ ذکرہ در بارۂ ایشان عنایتے تمام فرمودے، در اوقات تجلیات و مناجات از حضرت رب العزت جہت ایشان اعلاے مقامات و لایت

[1] سپہ سالار ص ۷۰، ۷۱، مطبوعہ محمود المطابع کانپور،

بے زحمت کدورت مشقت طلب استدعا فرمودی، لاجرم آن گنج حقایق اورا بکمال حاصل گشت و ظاہر و باطن مبارکش ہمہ بنور قدسی مزین شد"

زہے ز نور روان تو چشم جان روشن
ز عکس طلعت تو لوح قدسیان روشن

مثنوی سلطان ولد، مولانا ہی کی طرح ان کا ایک دیوان غزلیات اور ایک مثنوی ہے جو مثنوی سلطان ولد کے نام سے مشہور ہے، اس کا ایک قدیم اور صحیح قلمی نسخہ کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے، یہ مثنوی سلطان ولد کے فرزند سعید کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، اور اس نسخہ کی کتابت ان کی وفات[1] کے چھ سال بعد مکمل ہوئی ہے،

خاتمۂ کتاب پر یہ عبارت بالکل اس خط میں ہے، جسمیں ساری مثنوی لکھی گئی ہے،

تم کتاب المثنوی المعنوی علی یدی احقر عباد اللہ واضعفھم عثمان بن عبد اللہ عتیق مولانا ابن مولانا المعروف بالولد نور اللہ بنورہ المؤید یوم السبت اربع عشر من شہر شوال سنہ ثمان عشر و سبعمایہ والحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علی نبیہ محمد و آلہ الطیبین الطاہرین و سلم،

مثنوی میں مختلف مسائل پر انھون نے مختلف عنوان اور باب قرار دئے ہیں، ایک باب مراتب قرب اور فرق مدارج وصال پر بھی ہے، اس عنوان کی عبارت میں مولانائے روم کے اشعار بھی درج کئے ہین

"در بیان آنکہ رہروان و واصلان را قرب حق یکسان نباشد چنانکہ مولینا قدس اللہ سرہ میفرماید"

مثنوی سلطان ولد	دیوان
لے بر سر بازاران صد خرقہ بزنارے	لے بر سر بازاران ہر خرقہ بزنارے
وز روئے تو در عالم ہر روے بدیوارے	وز روئے تو در عالم ہر روے بدیوارے

[1] سنہ وفات سلطان ولد ۷۱۲ھ سپہ سالار ص ۸۹ (در بیان خلفاء حضرت خداوندگار بعنوان سلطان ولد)

مثنوی	دیوان
ہر ذرہ تو خورشیدی گویائے انا الحق	ہر ذرہ ز خورشیدت جویائے انا الحق
ہر گوشہ چو منصوری آویختہ برداری	ہر گوشہ چو حلاجست آویختہ برداری
ایں طرفہ کہ از یک خم ہر یک زمے مستند	ایں طرفہ کہ از یک خم ہر یک زمے مستند
ایں طرفہ کہ زیک گل در ہر قدمے خارے	ایں طرفہ کہ از یک گل در ہر قدمے خارے
از عقل گروہے مست بے عقل گروہے مست	از عقل گروہے مست بے عقل گروہے مست
جز عاقل لا یعقل قومی دگر اندآری	جز عاقل و لا یعقل قومی دگر اندآری
(ورق ۲۳۸ کا صفحۂ ثانی)	(دیوان شمس تبریز ص ۳۶۶)

ان اشعار کے بعد یہ عبارت ہے،

پس در عین وصل واصلان حق را مقاماتیست، از روے وصل یکیانیست، واز روے مقامات و درجات مختلف چنانکہ در دنیا پادشاہی را خواص و مقربان باشند لیکن ہر یکے را پیش پادشاہ مقامی باشد یکے اعلیٰ ویکے ادنیٰ یکی اقرب ویکے ابعد چنانکہ مولینا قدس اللہ سرہ میفرمایند"

مثنوی سلطان ولد	دیوان شمس تبریز
گر تو نور حق شدی از شوق تا مغرب برو	
زانکہ ما را زین صفت پروائے آن ایام نیست	
ور تو سر حق بدانستی بد اں سر باش یار	یہ اشعار دیوان میں نہیں ہیں،
زانکہ این اسرار ما را خوئے آن اسرار نیست	
جانے کہ رواین سو کند با بایزید او خو کند	جانے کہ رو آنسو کند با بایزید او خو کند
یا در سنائی رو کند یا بو دہد عطار را	یا در سنائی رو کند یا بو دہد عطار را
(ورق ۲۴۸ کا صفحۂ ثانی)	(دیوان شمس تبریز قلمی نا تمام ص ۱۱۹ کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد (اے ی))

صوبہ بہار کے ایک قدیم خانوادہ کے دینی و علمی خدمات

از مولوی سید محمد طٰہٰ اشرف صاحب امتھوی،

جہان آباد (گیا) اسٹیشن سے سات میل جانب مشرق "امتھوا" نام سے ایک قدیم آبادی ہے، جو بڑے بڑے علما و فضلا کا مسکن رہی ہے، اس امر کا ابتک کوئی ثبوت نہ مل سکا کہ یہ آبادی کس وقت سے قائم ہے، اور یہان مسلمانون کا قدم کب پہنچا لیکن اتنی بات یقینی ہے، کہ یہ جگہ مسلمانون کو بڑی جانبازیون اور سرفروشیون سے حاصل ہوئی تھی، چنانچہ اس علاقہ میں شہدا کے مزار بکثرت ہین، اور ان میں سے اکثر اکابر علما و صوفیہ ہیں،

تاہم شیر شاہ سوری کے عہد کے ایک سنگی کتابہ سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے، کہ چار سو چار برس سے بھی پیشتر مسلمان یہان آباد ہو چکے تھے یہ کتبہ شیر شاہ کی تعمیر کردہ مسجد کا سنہ تعمیر ہے، جو خط عربی میں پتھر پر کندہ ہے، اس مسجد کا نام و نشان تو مٹ چکا، مگر یہ یادگار باقی اور محفوظ ہے، جو عبارت پڑھی جا سکی، وہ یہ ہے، :-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی اللہ مسجد ابنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ

...... در عہد شیر شاہ سوری بن ..... سوری فی سنۃ خمس وثلثین وتسع مائۃ
۹۳۵

یوم الاثنین فی شہر شعبان"

یہ مردم خیز خطہ اپنے فضائل و کمالات اور فیضان علوم ظاہری و باطنی کے باعث سلاطین ہند کی توجہ کا مرکز رہا، چنانچہ "امتھوا کو حضرت" کا خطاب ملا، اور فرامین شاہی میں "حضرت امتھوا" لکھا گیا ہے،

اس صحبت میں خصوصیت کیساتھ میں صرف ایک ایسے علمی خانوادہ کے چند اکابر علما و صوفیہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، جس نے کم و بیش تین ساڑھے تین سو برس تک علمی خدمات انجام دی ہیں، اور جسکے چار چار علما و فضلا فتاوی عالمگیری سی مستند اور مشہور کتاب کی جمع و تالیف میں شریک رہے ہیں، اور جس کے بعض افراد موجودہ عہد تک دنیاے علم میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہیں،

یہ عرض کر دینا ضروری ہے، کہ مجھے اس ضمن میں جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ تمامتر شاہی فرامین یا بعض پرانے کاغذات سے، بلکہ میری اکثر تحقیق حضرت مولینا حاجی سید شاہ ظہور الحسن صاحب علیہ الرحمہ کی قلمی کتاب "شجرۃ الاصل النورانیہ" کے ایک نامرتب اور نامکمل نسخہ کی رہین منت ہے، افسوس کہ خاندانی کتبخانہ کی بربادی کی وجہ سے موصوف کو اپنے اسلاف صالحین کے تحقیقی حالات بہت کم معلوم ہو سکے، اور زیادہ افسوس یہ ہے کہ جو کچھ معلوم ہوئے، وہ بھی تقریباً ضائع ہو گئے، اسلئے کہ یہ نسخہ بالکل ابتر اور ردی حال میں ہے،

حضرت مخدوم شیخ بدھ صوفی، پرانے کاغذات اور بعض فرامینِ شاہی میں آپ کا اسم گرامی بڑی تعظیم سے لیا گیا ہے، مثلاً قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین وغیرہ علومِ ظاہری و باطنی مین آپ کا کمال مسلمہ تھا، آپ کی خانقاہ مسجد اور مدرسہ بہین تھا، اور مصارف کےلئے بادشاہِ وقت کی طرف سے بڑی بڑی جاگیرین وقف تھیں، آپ صاحبِ تصنیف و تالیف بھی تھے، اور صاحبِ طریقت بھی، افسوس کہ اب غالباً آپ کی کوئی تصنیف موجود نہیں شجرۃ الاصل النورانیہ میں کچھ تذکرہ تھا، وہ بھی کرم خوردہ ہ:

"آنحضرت ہم صاحبِ تصنیف بودہ وہم صاحبِ طریق، چنانچہ بعض ...... در طریق در نصیبہ فقیر در رسیدہ است، ازان ..... کہ در طریقہ عالیہ قادریہ درج سازم ..... نفسل و کمالش ہویدا، من شاء فلیرجع الیہا"

(شجرۃ الاصل النورانیہ)

سنہ ولادت اور سنہ وفات کچھ معلوم نہیں، آپ کے زمانہ کی بھی کوئی صحیح تعیین نہیں ہو سکتی، اسلئے کہ خاص آپ کے نام سے جو سندین تھیں ان کا فرامین کے انبار میں سے پتہ نہیں چلا، آپ کے ورثا کے نام سے عہد بعہد بادشاہوں نے جن سندون کی تجدید کی ہے، وہ سندین موجود ہین، ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کس عہد میں تھے، جہانگیر کا عہد تو آپ نے یقیناً پایا ہے، اسلئے کہ آپ کی دو ایک سند کی تجدید عہدِ عالمگیری میں ہوئی ہے، اسمیں یہ حوالہ درج ہے، :-

بموجب فرمان عالیشان پیش از جلوس بادشاہ غفران پناہ رضوان درگاہ علیین مکانی حضرت . . . . مرقوم بتاریخ ۔ ار ذی قعدہ سنہ ۱۰۲۳ھ موازی چہار صد وسی و پنج بیگہ بادخان تاردباغ از پرگنہ اوکری سرکار صوبہ بہار در وجہ خانقاہ و مدد معاش شیخ بدھ صوفی،

۱؎ معارف :- اگر "شیخ بدھ صوفی" اور "شیخ بدھ بہاری" دونون ایک ہی شخصیت ہین، تو ان کا زمانہ معلوم ہے، شیخ بدھ بہاری عہد شیر شاہی کے مشہور بزرگون میں تھے، تذکرۂ علمائے ہند میں ہے :-

"شیخ بدھ بہاری دانشمندی راسخ و طبیبے حاذق بود کہ شیر شاہ سور، از غایت اعتقاد کفش پیش پائے اومی نہاد،" (ص ۳۱)

انتھوا میں شیر شاہ سوری کے عہد کی مسجد سے گمان ہوتا ہے، کہ شاید وہ مسجد شیر شاہ نے شیخ کے لئے تعمیر کرائی ہو، صاحب تذکرہ علماے ہند کے بیان کے مطابق شیخ بدھ بہاری کی سکونت قصبہ بہار میں تھی، جو ان دنون علم کا مرکز تھا، یہان انکی مسند درس بچھی ہوئی تھی، طلبہ دور دور سے آکر درس میں شریک ہوتے تھے، شیخ حسن ابن طاہر جونپوری متوفی ۹۰۹ھ کے والد شیخ طاہر ملتانی تحصیل علم کے شوق میں ملتان سے چلکر بہار پہنچے تھے اور مع اہل و عیال سکونت پذیر ہو کر شیخ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے تھے، (ص ۴۷) شیخ بدھ بہاری کے علمی تعلقات اس عہد کے ممتاز اہلِ علم قاضی شہاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ سے قائم تھے، اور ان کی تحریک پر شیخ نے بعض کتابین بھی لکھی تھیں، (ص ۳۱)

"س"

یعنی جلوس شاہجہان سے پہلے ۱۰۳۳ھ عہد جہانگیری میں ایک فرمان کی روسے آپ کو چار سو بیگہ اراضی جاگیر میں ملی تھی، ممکن ہو کہ آپ نے اکبر کا بھی زمانہ پایا ہو،

حضرت ملا شیخ کریم اللہ، آپ کے نام کیساتھ غفران پناہ حقائق آگاہ فضیلت دستگاہ کے الفاظ تعظیماً استعمال کیے گئے ہیں، آپ حضرت مخدوم شیخ بدھ صوفی کے وارثوں میں تھے، آپ اپنے عہد کے مشہور ترین بزرگ اور صاحب علم وکمال لوگون میں گذرے ہین، درس وتدریس کا سلسلہ بھی تھا، اور تعلیم وارشاد روحانی کا بھی، طالبان حق اور تشنگان علم کا ہمیشہ ایک ہجوم آپ کے گرد رہتا تھا، اسلئے بادشاہون نے آپ کی مددمعاش اور مصارف مدرسہ وخانقاہ کے لئے مزید جاگیرین عطا فرماکر فکر معاش سے سبکدوش کر دیا تھا، تاکہ آپ باطمینان خاطر ہدایت خلق میں مصروف رہین، اور بیش از بیش علمی خدمات انجام دیتے رہیں، سنہ وصال اور سنہ ولادت معلوم نہیں، غالباً آپ نے شاہجہان اور عالمگیر دونون کا وقت دیکھا ہے،

ملک العلما سلطان العرفا حضرت میران محی الدین قلندر قادری آپ اپنے عہد کے مشاہیر علما و فضلا اور صاحب کمال بزرگوں میں گذرے ہیں، آپ کا سلسلۂ نسب دسویں پشت میں حضرت سیدنا و مولینا عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالی سے ملتا ہے، حضرت مولینا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ آپ کے بھانجے اور مسترشد تھے، مزید حالات کچھ نہیں معلوم ہو سکے،

حضرت مولینا محمد شفیع آپ عہد عالمگیری میں بڑے پایہ اور بلند رتبہ کے بزرگ گزرے ہیں، آپ کا علم وکمال مشہور خاص وعام تھا، بادشاہ عالمگیر کو آپ سے خاص عقیدت تھی، خود شاہزادگان والاتبار شرف قدمبوسی کے لئے آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتے تھے، "شجرۃ الاصل النورانیہ" جو کم وبیش آج سے پچاس سال قبل کی تصنیف ہے، لکھا ہے،

"واز فرزندان خواجہ ما خواجہ محمود غزنوی مولینا ما اشتہار عام دارند، پادشاہ عالمگیر رجوع باو داشت، و فرزندان وے برائے زیارت وے رسیدہ بودند، بدعوت او کہ کرامت عجیبہ ظاہر گردیدہ، و کرامات ظاہرہ و تصرفات باہرہ او کہ تا این زمان دیدہ ..... اظہر من الشمس ہستند، چہ حاجت کہ مدحت وے کنم، کورچشمان را ہم نصیبہ از افادہ عام وے حاصل است، مگر عقیدہ شرط است، منکران بدبختان را از مخدوم جہان چہ عقیدہ است، کہ آنحضرت نصیبہ باشد، ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم،
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ،"

آپ کے آبا واجداد میں حضرت خواجہ محمود غزنوی برادر خالاتی حضرت بندہ نواز سید احمد گیسودراز ابن سید یوسف حسنی، دہلوی، اپنے وطن بغداد کو چھوڑ کر غزنی تشریف لائے اور وہان سے سرہند پھر دہلی، اوسکے بعد بہار میں آکر مقیم ہوگئے،

"وہم از بعضے فرزندان خاندان خواجۂ ما خواجہ محمود غزنوی کہ بطریق سیاحت وسفر مخصوص بہ نیت زیارت حضرت مولوی معنوی مولینا محمد شفیع قدس اللہ سرہم القدسی درین علاقہ بہار رسیدہ بودند، واصل ایشان از سرہند بود، چنان ہم بہ تحقیق پیوستہ کہ حضرت ایشان از حضرت بغداد بغزنی نزول فرمودند، واز آنجا بسرہند، واز انجا بدہلی، واز انجا بحضرت بہار نزول فرمودند کہ بعضے از ایشان ہم در سرہند اقامت دارند، و بعضے در دہلی، چنانچہ مسجد کلانی معروف بہ کالی مسجد کہ در دہلی الی یومنا ہذا بر دروازہ ترکمان واقع است، بنا کردۂ بزرگان این خاندان است، انتہٰی، عجب نیست کہ ہمچنیں باشد، چرا کہ در خانہ فقیر ہم نزول فرمودن ایشان از بغداد در غزنی، واز انجا بدہلی، واز آنجا در جوار فیض آثار حضرت بہار وہم آمد و رفت قاصد بطرف مغرب بجانب منتسبان این خاندان تا بعہد جدی ام بار سال نقود و ہدایا حسب معہود سابق مسموع و منقول است،"

(شجرۃ الاصل النورانیہ)

حضرت مخدوم الملک مخدوم شرف الدین احمد یحیی منیری سے اور حضرت خواجہ محمود غزنوی سے ملاقات بھی ہوئی، چنانچہ حضرت مخدوم الملک کے بعض خطوط میں آپ کا تفصیلی تذکرہ ہے، اور بعض میں اجمالی،

حضرت خواجہ محمود غزنوی کا سلسلۂ نسب حضرت خلیفہ ثالث عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، چنانچہ فرمان شاہی کی پشت پر آپ کو شیخ عثمانی لکھا گیا ہے، لیکن ازدواجی تعلقات حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت نظام الدین اولیا، اور حضرت سیدنا عبد القادر رحمہم اللہ تعالی اجمعین کے خاندان سے قائم رہے، "شجرۃ الاصل النورانیہ" میں اس پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے:۔

از بعضے فرزندانِ دختری حضرت خواجہ کلانی خواجۂ ما خواجہ محمود غزنوی العثمانی چنان هم باستماع رسیده، که از خاندانِ ایشان و فرزندان حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بزرگ کہ در موضع مخدوم پور خانوه جوار لہسہ یعنی جتی نگر، علاقہ عظیم آباد اقامت میدارند، ارتباطے جزئیہ بوده است، چنانچہ راوی کہ مشرف بفرزندی خواجہ بزرگ حضرت خواجہ ہند الولی بوده، اظہار نسبت نواگی، خود بخاندان خواجۂ ما خواجہ محمود غزنوی بارتباط قدیمی ہر دو خاندان بحوالہ تذکرۂ بزرگان خود مینمود، واللہ اعلم، من این قدر دانم کہ نسبت قرابت خاندان مولانائے ما یا بعضے بزرگوار اجلۂ خاندان چشت اہل بہشت کہ صاحبِ خانقاہ و مدرسہ در موضع استھوا بودند، بوده، چنانچہ سند نذر مرمت معتبره و مصارف خانقاہ و مدرسہ و کفاف فرزندان شان موجود دارم کہ ان شاء اللہ آنرا مع سند دیگر بزرگوان خاندان حضرت محبوب الٰہی و خاندان حضرت غوث الاعظم در خاتمۂ ایں رسالہ مجملاً بیان می کنم"

حضرت خواجہ محمود غزنوی موضع جگن بیگہ میں اقامت پذیر ہوگئے تھے، جو اس زمانہ میں ریاست ظاہری و باطنی میں مسلمہ اور مشہور جگہ تھی، لیکن اب وہاں کی آبادی موضع فیروزی (جہان آباد) میں منتقل ہوگئی ہے، اور آپ کا مزار مبارک کوٹھری بھوکری متصل تلہاڑا (ضلع پٹنہ) میں ہے (جو اب جہان آباد ضلع گیا) میں

"حضرت خواجہ کلانی خواجہ ما خواجہ محمود غزنوی بر بگہ کوٹھری بھوکھری متصل تلہاڑہ ضلع عظیم آباد جانب جنوب از تلہاڑہ، آسوده ہستند، چنانچہ کاتب الحروف ہم از زیارت سراپا رحمت و عافیت ایشان مشرف گردیده است، الحمد للہ علی ذلک، وآن مزار فیض آثار مرجع ہنود و کفار، و مسلمانان آن جوار است، ولکن ہر یکے از نام واقف نیست، بنام مخدوم صاحب مشہور است، بزار و بیترک،

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

(شجرۃ الاصل النورانیہ)

حضرت مولوی محمد شفیع جدی سلسلۂ نسب کے اعتبار سے شیخ عثمانی ہیں، لیکن آپ کا ننہالی سلسلۂ نسب گیارہویں پشت میں حضرت سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، اس حیثیت سے آپ حسنی اور حسینی بھی ہیں،

آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کہاں فرمائی، یہ تو معلوم نہیں، لیکن علوم باطنی اور تعلیم روحانی ملک العلما سلطان العرفا، فرد الاولیا حضرت میران محی الدین قلندر قادری رحمہ اللہ تعالی سے جو آپ کے ماموں اور جلیل القدر عالم و صوفی تھے، حاصل فرمائی، ممکن ہے، آپ نے انہیں سے کچھ تحصیل علوم ظاہری بھی کیا ہو،

آپ کا سنہ وفات اور سنہ ولادت بھی معلوم نہیں، لیکن مشہور عالم و صوفی و شاعر مولینا عبد العلیم صاحب آسی گورکھپوری، حضرت مولینا سید شاہ ظہور الحسن صاحب قادری علیہ الرحمۃ کے وقت

میں یہاں آئے تھے، تو مزار مبارک پر بھی حاضر ہوئے، اور دیر تک مراقبہ میں رہے، وہ آپ کے علو مرتبت کا حال پہلے سے جانتے تھے، چنانچہ انھوں نے اپنے خاندانی سفینۂ ملفوظات گنج رشیدی کے حوالے سے کچھ تذکرہ لکھوا دیا تھا، وہ درج ذیل ہے:۔

"ملفوظ، ملا محمد شفیع ساکن امتھوا کہ عمر یکصد و یک سالہ داشتہ اند، در شادی میر مہدی پسر حضرت میر محمد باقر پٹنوی قدس سرہ و حضرت پیر دستگیر تشریف بردہ بودند بخضور پیر دستگیر یعنی حضرت قطب عالم ابی الکشف بدر الحق قدس سرہ گفتند کہ فقیرے صاحب کمال نزد قطب الاقطاب یعنی حضرت قطب عالم و حضرت ابی الکشف بدر الحق آمدہ بود و گفت از شما خدا خواہد پرسید کہ ازین جہان چہ تحفہ آوردید چہ خواہید گفت، اول قطب الاقطاب گریہ بسیار نمود، بعد ازان فرمود دست ارشد را خواہم گرفت و پیش خدا خواہم برد کہ ہمیں را آوردہ ام، سبحان اللہ ملاحظہ باید نمود، کہ پیر و مرشد دے در حق وے چنیں فرمودہ"

عبارت گرچہ خبط ہے، اور کوئی مضمون صاف سمجھ میں نہیں آتا، لیکن یہ بات ثابت ہے، کہ آپ نے ایک سو سال سے بھی زیادہ عمر پائی، اور یہی تواتر اور توارث سے منقول ہے، اور فرامین شاہی کی جمع و تطبیق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے،

آپ کی تاریخ وفات ۱۱ر شوال المکرم ہے، کیونکہ زمانہ قدیم سے اسی تاریخ میں آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے،

آپ کے متعلق یہ روایت چلی آتی ہے، کہ آپ دربار شاہی میں معلم اور اتالیق کی حیثیت سے تھے، لیکن اس کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ملتا، آپ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک سفینہ ہے جس میں آپ نے سفینۃ الاولیاء سے کچھ نوٹ کرنے کے بعد لکھا ہے، "کہ منقول از سفینۃ الاولیاء، دارا شکوہ

بادشاہزادہ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ کو دربار شاہی سے کوئی تعلق رہا ہو،

آپ کو بادشاہوں کی طرف سے "مولوی معنوی" کا خطاب ملا تھا، چنانچہ ایک فرمان میں جس پر مختلف عہد کے بادشاہوں کی تیرہ مہریں ہیں، یہ عبارت درج ہے:۔

"بدستور قدیم ممنوعہ درگاہ علائق ..... حضرت فضیلت و کمالات دستگاہ مولوی معنوی ملا محمد شفیع سلمہ اللہ تعالیٰ، معاف شد"

حضرت سلطان اورنگزیب عالمگیر غازی نے آپ کی قدردانی کے ثبوت میں، مختلف فرامین کے ذریعہ آپ کی خانقاہ اور مدرسہ کے خرچ کیلئے بڑی جاگیریں عنایت فرمائیں، اور ایک چھوٹی سی مسجد اور اس سے ملحق ایک چھوٹا سا حجرہ آپ کی عبادت کے لئے تعمیر کر دیا تھا، جو ابتک موجود ہے گرچہ تباہ حال ہے،

آپ کی تصنیفات سے کوئی چیز موجود نہیں، دست برد زمانہ نے آپ کی اور اس خاندان کے دیگر علماء و فضلاء کی تصنیفات اور دوسرے قیمتی نوادر کو ضائع کر دیا، صرف آپ کا ایک زندہ جاوید علمی کارنامہ آپ کے علم و کمال کی یادگار کہا جا سکتا ہے، اور وہ فتاویٰ عالمگیری کی جمع و تالیف میں آپ کی شرکت ہے،

حضرت سلطان اورنگزیب عالمگیر نے جمع و تالیف فتاویٰ عالمگیری میں آپ کی خدمات بھی حاصل کی تھیں، پہلے ایک روپیہ بارہ آنہ یومیہ وظیفہ مقرر تھا، پھر یومیہ وظیفہ کے عوض ایک سو تیس بیگہ اراضی پرگنہ اوکری میں عطا ہوئی، جس کی سند شاہی موجود ہے، اور جس کی پشت پر تفصیل ہے ان بیگہ کا ذکر ہے، اور یہ جائداد بھی ابتک آپ کے خاندان میں بفضلہ موجود ہے:۔

"شرح یادداشت واقعہ، اور سنہ بست و ہشتم شہر رجب ۱۵ سنہ جلوس والا موافق سنہ ۱۰۹۳ھ برسالہ سیادت و نقاہت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ سزاوار عنایت پادشاہی قابل

مرحمت شاہنشاہی صدر رفیع القدر رضویخان و نوبت واقع نویسی کمترین بندگان درگاہ خلائق پناہ میرزا بیگ قلمی می گردد، کہ بعرض مقدس معلی رسید کہ بموجب فرمان والاشان سعادت نشان مرقوم تاریخ ۲۰ ربیع الاول ۱۱ جلوس مبارک مبلغ یک روپیہ .... بطریق یومیہ ہر سال ہر دو جنس معاف از خزانہ برکات سعادت، بشرط جمع فتاوی عالمگیری بہمراہی شیخ وجیہ الرب مرحوم در وجہ معاش شیخ محمد شفیع ولد شیخ شریف محمد مقرر بود، و تا فی الحال در حکم علی العلوم یومیہ مذکور برطرف گشتہ، مشارٌ الیہ بحلیہ فضیلت آراستہ است، و جمعے کثیر وابستہ دارد، امید وار است حکم جہان مطاع عالم مطیع صادر شد، کہ موازی یک صد دسی بیگہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج جمع از پرگنہ اوکری، سرکار و صوبہ بہار در وجہ مدد معاش او مرحمت فرمودیم واگر در محلے دیگر چیزے داشتہ باشد آنرا اعتبار بکنند و یومیہ مذکور را برطرف شمارند، واقع ۲ رجماوی الاولیٰ ۱۵ سنہ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد، شرح خط سیادت و نقاہت پناہ شرافت و نجابت دستگاہ صدر رفیع القدر رضویخان لکھ داخل واقع نمایند، شرح بخط واقع نویس مطابق واقع است، شرح بخط زبدۂ ارباب ارادت خلاصۂ اصحاب عقیدت مقرب آنحضرت الخاقانیہ منظور الانظار السلطانیہ، شجاعت و شہامت پناہ جلادت و بسالت دستگاہ شائستہ انواع عنایات .... سزاوار اصناف مراحم پادشاہی بخشی الملک اسد خان لکہ بعرض مکرر رسانید، شرح بخط فضائل پناہ کمالات دستگاہ شیخ .... رمضان ۱۶ سنہ جلوس مکرر بعرض رسید، شرح بخط زبدۂ ارباب ارادت خلاصۂ اصحاب عقیدت بخشی الملک لکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند، از ربیع اوائل شرح ۱۲ یومیہ موجب فرمان عالیشان باسم محمد شفیع بشرط

جمع فتاوی عالمگیری مقرر بود، بعدہٗ دریں ولا از پرگنہ اوکری سرکار و صوبہ بہار مرحمت شد"

آپ غالباً عہدۂ قضا پر بھی رہے، سند قضا تو موجود نہیں لیکن ایک دستاویز پر یہ لکھا ہوا ہے کہ "قاضی محمد یوسف و ملا محمد شفیع" قاضی محمد یوسف قاضی شاکر صاحب کے والد تھے، اور آپکے پوتے قاضی محمد صابر صاحب کی شادی مولوی معنوی کی پوتی سے ہوئی؛

کسی نے آپ کے نام کا سجع کہا ہے، ؎ "مراد دو عالم محمد شفیع"

ملا وجیہ الرب، آپکے حالات کچھ بھی معلوم نہ ہو سکے، بجز اسکے کہ جمع فتاوی میں حضرت مولوی معنوی کیساتھ آپ بھی شریک تھے، فرمان شاہی میں آپ کا نام بھی مندرج ہے،

حضرت مولینا سید محمد فائق، آپ حضرت مولوی معنوی مولینا محمد شفیع علیہ الرحمہ کے سمدھی اور آپکے جلیل القدر صاحبزادے حضرت مولینا قاضی بدیع الزمان صاحب علیہ الرحمۃ کے خسر تھے، آپ بھی جامعین فتاوی میں ایک رکن کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کے نام سے علحدہ سند ہے، آپ کو ۸ یومیہ وظیفہ ملتا تھا، پھر ایک سو پچاس بیگہ زمین لائق زراعت جاگیر میں ملی، آپ سندی سید تھے، فرامین شاہی میں آپ کو سید تسلیم کیا گیا ہے، آپ کی سند کا مضمون بھی تھوڑے اختلاف کیساتھ یہی ہے،

"شرح یادداشت واقعہ، روز جمعہ ششم شہر ذی قعدہ ۱۶ سنہ جلوس والا موافق ۱۰۸۳ھ مبلغ دو نیم روپیہ بلا قصور یومیہ ہمراہ ملا محمد اکرم در وجہ مدد معاش سید محمد فائق ولد سید محمد شائق بشرط جمع فتاوی عالمگیری عوض یومیہ مذکور یکصد و پنجاہ بیگہ زمین افتادہ لایق زراعت از پرگنہ اکل سرکار و صوبہ بہار در وجہ مدد معاش او مرحمت فرمودیم"

ملا محمد اکرم، جامعین فتاوی میں حضرت مولینا سید محمد فائق صاحب کیساتھ آپ بھی شریک رہے، مزید حالات کچھ معلوم نہ ہو سکے

حضرت مولینا قاضی بدیع الزمان، آپ حضرت مولوی معنوی مولینا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر

صاحبزادے ہیں، جو علم وعمل میں اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم اور صحیح معنوں میں ان کے جانشین تھے، علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل اپنے والد بزرگوار سے فرمائی، اور ان کے بعد مسند رشد وہدایت پر جلوہ افروز ہوئے، درس وتدریس علم وعمل کی گرم بازاری آپ کے عہد میں بھی ویسی ہی رہی، سابقہ جاگیروں کے علاوہ بادشاہوں نے مزید جاگیریں عنایت فرمائیں، ایک سند میں مذکور ہے :-

شرح حسب الحکم الاعلیٰ بمہر جملۃ الملک مدار المہام نظام الملک بہادر فتح جنگ سپہ سالار مرقوم ششم ربیع الثانی ۵ شہ اینکہ رفعت پناہ کفایت دستگاہ خواجہ ابو الفتح خان محفوظ باشند، درین ولا وکیل فضیلت پناہ تقوی شعار شیخ محمد بدیع بعرض اقدس اعلیٰ رسانید کہ موضع مرار ہی [1]، در دو بست عملہ پرگنہ اوکری سرکار وصوبہ بہار کہ یکصد و بست و پنج روپیہ حاصل آنست، بموجب پروانہ صفی خان جاگیردار در وجہ مدد معاش موکل با فرزندان مقرر است، امیدوار است کہ حکم والد درباب معافی موضع مزبور بآن رفعت پناہ نگارش رود لہذا حسب الحکم الاعلیٰ قلمی می گردد کہ موضع مسطور بموجب پروانہ جاگیردار مزبور بشرط تبغیر تصرف تعدق قرق معرف او واگذاشتہ معاف ومرفوع القلم شمارند، کہ حاصل آنرا صرف معیشت نمودہ، بدعاگوئی دوام دولت ابد مدت اشتغال نماید،

محمد غازی شاہ
فدوی بادشاہ
در ایتخان سنہ

عرصہ تک آپ عہدۂ قضا پر بھی مامور رہے، سند قضا موجود ہے،

کسی نے آپ کے نام کا سجع کہا ہے، ؎ یا مظہر العجائب بالخیر یا بدیع،

(باقی)

[1] اب یہ موضع مرار ہی کے نام سے موسوم ہے، اور آپ کے خاندان کی زمینداری میں موجود ہے،

اقبال نامۂ جہانگیری کی جلد اول ودوم

از

ازجناب عبد الغفور صاحب بی اے (لندن) ایم اے ایس سی علیگ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

اقبال نامہ جہانگیری محمد شریف معتمد خاں بخشی کی تصنیف ہے، جو عہد جہانگیری میں مختلف جلیل القدر عہدوں پر فائز رہا، محمد شریف ایران کے ان گمنام لوگوں میں سے تھا، جو وارد ہندوستان ہو کر فلک رفعت کا ستارہ بنکر چمکا، آغاز حال میں شہزادہ سلیم کا مقرب ہوا، پھر سال سوم جہانگیری میں خطاب معتمد خان سے سرفراز ہوا، مدت تک احدیوں کا بخشی رہا، ۹ سنہ جلوس میں عساکر شاہی کا بخشی مقرر ہوا، ۱۰۲۹ھ میں جہانگیر کے ہمراہ کشمیر گیا، اور راستے ہی میں شاہی میزبانی کا فخر حاصل کیا، جس پر جہانگیر نے خوش ہو کر منصب ہزار و پانصدی اور پانچ سو سوار عطا فرمایا، کشمیر سے مراجعت کے دوران میں خدمت عرض پر مقرر ہوا، سنہ جلوس شاہجہانی کے دوسرے سال بخشی دوئم مقرر ہوا، اور سال دہم میں میر بخشی اور منصب چار ہزاری و دوہزار سواری سے عزت پائی، سنہ شاہجہانی کے تیرھوین سال ۱۰۴۹ھ میں دنیائے فانی سے دار البقا کو کوچ کیا [1]،

مصنف نے اقبال نامہ جہانگیری کو تین جلدوں میں تقسیم کیا ہے، جلد اول میں خاقان گیتی ستان اکبر کے آباء واجداد کی تاریخ ہے، جو اکبر نامہ سے کچھ تصرف کر کے لکھی گئی ہے،

جلد دوئم میں اکبر کے آغاز جلوس سے سنہ وفات تک کے حالات درج ہیں، جلد سوئم میں جہانگیر

[1] رک، مآثر الامراء مطبوعہ کلکتہ جلد سوئم ص ۴۳۱ تا ۴۳۳،

کے ایام سلطنت کا تذکرہ ہے،

مکمل کتاب کا نام دیباچہ کی مفصلہ ذیل عبارت سے مترشح ہوتا ہے،

"چون این تالیف بنام نامی آن حضرت زیب دفتر یافتہ باقبال نامۂ جہانگیری موسوم گشت"[1]

پس کلکتہ ایڈیشن کا نام سرورق پر اقبال نامۂ جہانگیری جلد سوئم ہونا چاہئے تھا"

تاریخ اقبال نامۂ جہانگیری کئی لحاظ سے اہم ہے،

اول جہانگیر نے خود مصنف کو تاریخ نویسی کے عہدے پر مقرر کیا تھا، توزک جہانگیری پہلے پہل تو بادشاہ نے خود سترہویں سال تک لکھی، پھر معتمد خاں کو حکم دیا کہ مسودہ حالات تیار کرکے بادشاہ سے اصلاح لے لیا کرے، اس طریق پر ۱۹ سال تک کے حالات تحریر کیے گئے،[2]

دوسرے اس نے دیباچے میں ایسے ماخذ گنائے ہیں، جو آج کل مفقود ہیں، مثلاً خواجہ عطا بیگ قزوینی کی تاریخ،

تیسرے اوس نے جو احتیاط واقعات تاریخی حاصل کرنے میں استعمال کی ہے، قابل ستائش ہے، وہ لکھتا ہے:-

"در تحقیق سوانح و تصحیح وقائع شرائط احتیاط بواجبی رعایت کردم و آنچہ برای العین مشاہدہ افتادہ بود، بے زیادت و نقصان مسودہ می نمودم و آنچہ پیش از زمان آگاہی این فقیر گذشتہ بود، تحقیقات شیخ (ابوالفضل) را با نوشتہ شیخ نظام الدین احمد و خواجہ عطا بیگ مقابلہ نمودہ، بہ تصحیح مردم ثقہ و کہن سالان راست قول رسانیدہ در سلک تحریر کشیدم"[3]

[1] دیباچہ صفحہ ۲ [2] توزک جہانگیری، اقبال نامہ جلد سوئم، [3] دیباچہ ص ۳،

مسٹر بورج کے اکبرنامہ کے ترجمۂ انگریزی سے معلوم ہوتا ہے، کہ زمانہ اکبر کے حالات کی تفصیل اور ابوالفضل کی منشیانہ تحریر کی شرح کے لئے اقبال نامۂ جلد دوئم کی کسقدر ضرورت ہے،

چوتھے عہد اکبری کے آخری چار سالوں کے لئے یعنی ۱۰۱۰ھ سے ۱۰۱۴ھ تک اقبالنامہ اکیلی ہی مستند تاریخ ہے، طبقات اکبری تو صرف ۱۰۰۲ھ تک ہے، اور ملا بدایونی بھی ۱۰۰۴ھ تک کے حالات درج کرتے ہیں، ابوالفضل کا قتل ۱۰۱۱ھ میں ہوا، جس واقعہ سے کچھ پہلے ہی ابوالفضل کا اکبرنامہ کی تصنیف سے تعلق ختم ہو چکا ہے، تکملہ اکبرنامہ کو جو عنایت اللہ نے ۱۰۳۷ھ میں لکھا کوئی معاصرانہ اہمیت نہیں دی جا سکتی،

پانچویں اقبال نامہ میں نہ صرف عہد جہانگیری ہی کے مستند اور معتبر حالات درج ہیں، بلکہ عہد اکبری کے چند واقعات کا بھی مصنف عینی شاہد ہے، اگرچہ مآثر الامراء کے مصنف نے یہ لکھا ہے کہ محمد شریف پہلے پہل جہانگیر کا ملازم ہوا، اور ڈاکٹر ڈینی سن راس نے بھی فہرست بانکی پور میں اسکی تائید کی ہے، مگر اقبال نامہ کے متن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ محمد شریف جو ابھی تک معتمد خان نہ ہوا تھا، دربار اکبری میں حاضر ہوتا تھا، ابوالفضل کے قتل کو سن کر اکبر کے دل پر جو صدمہ گذرا ہے اسکو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، لکھتا ہے،

"راقم اقبالنامہ مکرر بچشم خود دیدہ کہ آنحضرت را این قصہ ہرگاہ بیاد آمدے، آہ بے اختیار کشیدہ دست بر سینہ مالیدے"[1]

نیز مصنف دیباچہ میں بہ تصریح لکھتا ہے، کہ اس کتاب میں خاقان گیتی ستان سے مراد اکبر ہے،[2] اگر کتاب کے مسودات اکبر کی وفات کے بعد لکھے جاتے، تو ضرور اکبر کے بجائے فردوس آشیانی لکھا جاتا،

[1] جلد دوم لکھنؤ صفحہ ۵۵۰ [2] دیباچہ ص ۳،

اتنی اہمیت کے باوجود اب تک علمائے تاریخ نے اس کتاب سے خاص شغف کا اظہار نہیں
کیا ہے، سرسید مرحوم نے اپنی توزک جہانگیری کے سرورق پر کتاب کا دوسرا نام اقبال نامۂ جہانگیری
سٹرونسٹ سمتھ مصنف اکبر دی گریٹ نے اپنے ماخذون میں اقبال نامہ کا ذکر تک نہیں کیا
اور انھون نے عہد اکبری کے اخیر چار سالون کے لئے اپنا ماخذ تکملۂ اکبر نامہ جسکو وہ غلطی سے عبد... لکھتے ہیں، اور ڈوڈزارک عیسائی پادری کی یادداشت کو بنایا ہے،

اقبال نامہ کی تینون جلدون میں سے جلد سوئم جس کا تعلق جہانگیر کے ایام حکومت سے ہے، عام
طور پر ملتی ہے، ہندوستان اور یورپ کے کتبخانون میں اسکے متعدد قلمی نسخے ہین، بنگال ایشیاٹک سوسائٹی
نے اسکو بہ تصحیح مولوی عبدالحی و مولوی احمد علی صاحبان سنہ ۱۸۶۵ء میں چھاپا، اور سنہ ۱۹۲۰ء میں دارالطبع
جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن سے اس کا ایک اردو ترجمہ بھی شائع ہوا ہے،

مگر بقول علمائے تاریخ اس کتاب کی جلد اول و دوئم بے حد نادر اور کمیاب ہین، پروفیسر ڈینی سن راس
نے فہرست بانکی پور مین لکھا ہے، کہ اقبال نامہ کی پہلی دو جلدین بے حد کمیاب ہین[1]، ریو نے بھی پہلی دو جلدون
کو بہت کمیاب لکھا ہے[2]، نیز پروفیسر بنی پرشاد نے بھی اپنی کتاب اے ہسٹری آف جہانگیر میں پہلی
دو جلدون کی کمیابی کی تصریح کی ہے[3]،

بوڈلین، کیمبرج اور بنگال سوسائٹی کے کتب خانون میں صرف جلد سوئم کے قلمی نسخے موجود ہین،
بانکی پور میں جلد اول و دوئم کا صرف ایک مکمل نسخہ موجود ہے، مگر اس پر کوئی سنہ کتابت درج نہیں
ہے، جلد اول کے ایک اور نسخہ پر بھی کوئی سنہ کتابت نہیں ہے[4]،
انڈیا آفس مین جلد اول و دوئم کا ایک مکمل نسخہ موجود ہے، جس پر کوئی سنہ ہجری درج نہین، بلکہ
دس ربیع الاول ۱۵ سال جلوس رقم ہے، اس سے ایتھے نے یہ استنباط کیا ہے، کہ یہ غالباً جلوس عالمگیری ...

[1] فہرست بانکی پور جلد ہفتم ص ۷۰، [2] ریو جلد سوئم ص ۹۲۲، [3] بنی پرشاد ص ۴۴۵، [4] فہرست بانکی پور جلد ہفتم ...

لہذا سنہ کتابت سنہ ۱۰۸۶ھ ہوا، مگر ممکن ہے کہ یہ سنہ جلوس محمد شاہ یا شاہ عالم گیر ثانی کا ہو، جنھون نے
۱۵ سال سے زیادہ حکمرانی کی ہے، اس بنا پر سنہ ۱۰۸۶ھ کو حتمی طور پر سنہ کتابت قرار نہیں دیا جاسکتا، انڈیا
آفس کی جلد دوئم پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے[1]، علی ہذا القیاس برٹش میوزیم کے جلد اول و دوئم کے مکمل نسخون
پر بھی کوئی سنہ کتابت درج نہیں ہے[2]،
علی گڈھ لائبریری کے عبدالسلام سکشن مین جلد اول و دوئم و سوئم کے اچھے نسخے موجود ہین،
جن پر واضح طور پر سنہ کتابت ۱۱۰۳ھ مطابق سنہ ۳۵ جلوس عالمگیری در بلدہ جونپور لکھا ہوا ہے، خط
صاف اور پڑھنے کے لائق ہے، کاغذ سفید اور پتلا ہے، ہر جلد پر یہی سنہ کتابت اور مقام درج ہین،
اور تینون نسخے ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہین، جلد سوئم کا ایک اور نسخہ نہایت پاکیزہ خط میں لکھا ہوا ہے
مگر اس پر کوئی سنہ کتابت درج نہیں ہے،
اسی لائبریری میں مکمل اقبال نامۂ جہانگیری کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے، جس کو نولکشور پریس لکھنؤ نے
ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۶ھ مطابق ماہ فروری سنہ ۱۸۷۰ء میں چھاپا ہے، اس مین جلد اول و دوئم و سوئم سب مکمل
طور پر شائع کی گئی ہین،
جلد اول در ذکر اجداد خاقان گیتی ستان صفحہ ۲ سے ۱۲۴ تک، جلد دوئم صفحہ ۱۲۵ سے ۱۵۰ تک اور
جلد سوم صفحہ ۱۵۱ سے ۳۱۸ تک چھپی ہوئی ہے، اخیر میں تسلیم سہسوانی کی تقریظ اور قطعات تاریخ ہین، تعجب
کی بات ہے، کہ ان فاضل علمائے تاریخ پروفیسر راس، ریو یا بنی پرشاد نے کیون اس کتاب کا مطالعہ
نہیں کیا، راس صاحب نے تو فہرست بانکی پور میں یہ جملہ ایزاد بھی کیا ہے، کہ جلد سوئم عام طور سے ملتی
ہے، اور یہ لکھنؤ میں سنہ ۱۲۸۶ھ میں چھپ چکی ہے، فاضل مستشرق کا اشارہ نولکشور کے مطبوعہ نسخے کی طرف ہے
مگر یہ نسخہ صرف جلد سوئم ہی نہیں، بلکہ تینون جلدون کا مکمل مطبوعہ نسخہ ہے،

[1] فہرست انڈیا آفس کالم ۱۲۱ تا ۱۲۲، [2] ریو جلد سوئم صفحہ ۹۲۲ تا ۹۲۳،

ڈاکٹر راس اسی ضمن میں لکھتے ہیں، کہ اقبال نامہ کے مصنف نے دیباچہ میں لکھا ہے، کہ اس نے یہ کتاب کشمیر میں ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۵ سنہ جلوس جہانگیری میں مکمل کی، مگر دیباچے کے مطالعے سے یہ ظاہر نہیں ہوتی، مصنف نے محض یہ تصریح کی ہو کہ اس نے اس سنہ میں پرانے مسودات کو نظر ثانی کے بعد بیاض میں ترتیب دیا، نیز حالات ۱۰۲۹ھ تک ختم بھی نہیں ہوتے، بلکہ جلد سوئم کا اختتام ۱۰۳۶ھ کو ہوتا ہے، جس دن شاہجہان اجمیر سے واپس ہو کر دار الخلافت اکبرآباد میں شاہانہ شان و شوکت سے داخل ہوا،[۱]

معارف:۔ کتب خانہ بانکی پور کی فارسی تواریخ ہند کی فہرست کے سلسلہ میں ڈاکٹر ڈینی سن راس کا نام لینا شاید صحیح نہ ہو، یہ فہرست مولوی عبد المقتدر صاحب نے ترتیب دی ہے اور راس صاحب نے صرف اس کام کی نگرانی کی ہے،

[۱] اقبال نامہ جلد سوئم کلکتہ ص ۳۰۵،

رقعاتِ عالمگیر

اورنگزیب عالمگیر کے خطوط و رقعات جو زمانۂ شہزادگی سے برادرانہ جنگ تک اعزہ کے نام لکھے گئے ہیں اس جلد میں جمع کئے گئے ہیں، اور ان سے علم و ادب، سیاست اور تاریخ کے متعلق بیسیوں حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، ضخامت ۵۰۴ صفحات، چھپائی، لکھائی، کاغذ، بالخصوص ٹائٹل، نہایت دلفریب، قیمت :- ے ر

مقدمۂ رقعاتِ عالمگیر

اسمیں رقعات پر مختلف حیثیتوں سے تبصرہ کیا گیا ہے جس سے اسلامی فن انشا اور شاہانہ مراسلات کی تاریخ ہندوستان کے صیغہ انشاء کے اصول نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں، لکھائی، چھپائی، کاغذ نہایت عمدہ، ضخامت ۰۰ ۴م صفحے قیمت :- للعہ

"منیجر"

تلخیص و تبصرہ

چین میں مسلمانوں کی موجودہ حالت

قاہرہ کی جمعیۃ الرابطۃ الاسلامیہ نے جو ۱۹۳۴ء میں قائم کی گئی تھی، تمام دنیا کے مسلمانوں کے حالات پر خطبات کا انتظام کیا ہے، اس سلسلہ کی پہلی کڑی اسی انجمن کی مجلس عاملہ کے ایک چینی رکن محمد ماچین کے وہ دو خطبے ہیں، جو موصوف نے چینی مسلمانوں سے متعلق جولائی ۱۹۳۴ء میں دیئے تھے، اور جواب ایک مستقل رسالہ کی شکل میں "چین میں اسلام کی تاریخ اور چینی مسلمانوں کے حالات پر ایک مبسوط نظر" کے عنوان سے شائع ہو گئے ہیں، ان خطبات میں مندرجۂ ذیل دس ابواب قائم کئے ہیں :-

(۱) اسلام کب اور کیونکر چین میں پہنچا، (۲) اسلام اور چینی مذاہب کا موازنہ، (۳) اسلام سے متعلق چین کے بڑے بڑے آدمیوں کی رائیں (۴) چینی مسلمانوں کی مذہبی حالت، (۵) تعلیمی اور تمدنی حالت (۶) سیاسی حالت، (۷) اقتصادی حالت، (۸) معاشرتی حالت (۹) چینی مسلمانوں کے انحطاط کے اسباب اور انکا علاج (۱۰) الازہر، قاہرہ کے مقابلہ میں چینی تبلیغی انجمنوں کا مطالعہ

چینی مسلمانوں کی مذہبی حالت چین کے مسلمان فاصلہ کی دوری کے باعث دنیائے اسلام سے بالکل علٰحدہ رہتے آئے ہیں لیکن خدا کے فضل سے ان کے مذہبی عقائد اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہیں، اور ان پر عوام کی توہم پرستی یا چین کے دوسرے مذہبی فرقوں کا اثر نہیں پڑا ہے، وہ اولیاء اللہ کی کرامتوں کے قائل ہیں، مگر ناقص تعلیم کی وجہ سے وہ ان اولیا، کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ نہیں بنا سکتے، وہ اپنے ولیوں کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں جو پہاڑوں میں واقع ہیں دفن کرتے

ہین، ان کے مقبروں پر کتبے نہیں ہوتے، قبروں پر لوگ صرف جمعہ کے روز اور رمضان کی پہلی تاریخ کو جاتے ہین، اور قرآن مجید کی تلاوت کرکے ایصالِ ثواب کرتے ہین،

چینی مسلمان النسفی کی شرح العقائد کا نہایت احترام کرتے ہیں، وہ ان تمام باتون کو جو اس کتاب کے خلاف ہون، مسترد کردیتے ہین یا کم ازکم شبہہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ سب لوگ مذہب حنفی کے پیرو ہیں، پنج وقتہ نماز مسجد میں جماعت کیساتھ ادا کرتے ہین، گھرین نماز پڑھ لینے کی ان کے ہان مطلق اجازت نہیں، وہ سردی اور بارش کے موسم میں بھی فجر کی نماز کے لئے علی الصباح لالٹین لیکر مسجدوں کو جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہین، نماز میں قرآن پاک کی آیتیں عربی زبان میں تلاوت کرتے ہین، خواہ مفہوم ان کی سمجھ مین نہ آئے، اذان اور جمعہ کا خطبہ بھی عربی زبان میں ہوتا ہے جو ان کی سمجھ میں نہیں آتا، اس کی تلافی کے لئے امام جمعہ کی نماز سے پیشتر یا بعد میں چینی زبان میں بھی خطبہ دیدیتا ہے،

رمضان کے مہینہ میں مرد، عورت، اور بچے سب روزہ رکھتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ قرآن اور عبادت بہ نسبت اور مہینون کے رمضان میں زیادہ قبول ہوتی ہے، یون نان کے صوبہ مین رمضان کے مہینہ مین نمازی افطار کے لئے مسجد کے دروازہ پر غروب آفتاب سے کچھ پہلے اکٹھا ہوجاتے ہین، اور مغرب کی نماز کے بعد ایک دوسرے کو اپنے گھرون پر کھانے کی دعوت دیتے ہین، بعض صوبون میں روزہ دار ساتھ ملکر مسجد ہی میں کھا لیتے ہیں، اس کھانے کے مصارف کچھ دولتمند احباب ادا کرتے ہین، اور کچھ خود دسترخوان میں شرکت کرنے والے مسافروں سے کچھ نہیں لیا جاتا،

اونچے مذہبی ادارون کے طلبہ، مسافرون، اور بوڑھون کی مدد کا بڑا ذریعہ آمدنی زکواۃ کی رقم قربانی کے جانورون کی کھالوں اور صدقات کی رقم سے بھی جو مسجدون کے صندوقچون میں جمع ہوتی رہتی ہے، کچھ آمدنی ہوجاتی ہے، یون نان کے صوبہ میں مسلمانون کاشتکار اپنی پیداوار کا دسوان حصہ طلبہ کے اخراجات کیلئے خوشی سے دیدیتے ہیں،

فاصلہ کی درازی، سفر کی دشواری، اور اخراجات کی زیادتی کی وجہ سے چینی مسلمان حج کے لئے بہت کم جاتے ہیں تاہم ان مشکلات کے باوجود بعض لوگ سفر حج کے لئے روپیہ جمع کرلیتے ہین، اور وہ حجاز پہنچکر اس رقم میں سے صدقہ بھی کرتے ہین، اور اپنے علمی ادارون کے کتب خانون کیلئے مذہبی کتابیں بھی خرید لاتے ہیں، ہر سال تقریباً ایک سو آدمی حج کے لئے جاتے ہین، ان میں زیادہ تر صوبہ قنصو کے ہوتے ہین،

تعلیمی اور تمدنی حالت، چین میں اسلامی تہذیب پست حالت میں ہے، اگر آپ کسی چینی مسلمان سے آنحضرت صلعم کی زندگی، آپ کے اخلاق، اور اسلام کے بنیادی حقایق و قوانین کی نسبت سوال کرین تو آپ کو تشفی بخش جواب نہ ملے گا، اسکے اسباب حسب ذیل ہین،:-

(۱) عربی زبان کی دشواری (۲) تعلیم کے ناقص طریقے، (۳) اسلام پر جو کتابیں لکھی گئی ہین، ان کے ترجمون کی کمی، (۴) کتب حوالہ کی کمیابی، (۵) اپنے دوسرے ہم مذہبون سے چینی مسلمانون کی دوری (۶) دوسرے مسلمانون کی بے پروائی،

چینی مسلمان عربی زبان کا احترام جو قرآن وحدیث کی زبان ہے، اپنی قومی زبان سے بھی زیادہ کرتے ہین تاہم وہ اسے یورپی زبانون سے بھی زیادہ مشکل پاتے ہین، مذہبی تعلیم کے ناقص نظام سے زبان کی دقت اور طلبہ کی بددلی اور بھی بڑھ جاتی ہے، مسلمان بچے مسجدون کے مدرسون میں چند سال تک تعلیم پاتے ہین، وہاں وہ ہجے کرنا، اور کلمہ طیبہ سیکھنے کے بعد قرآن پاک کی سورتین حفظ کرتے ہین، اس تعلیم سے فارغ ہوکر کچھ لڑکے زراعت شروع کردیتے ہین، اور کچھ تجارت، بقیہ ثانوی مدارس میں چلے جاتے ہین، جہان وہ اشتقاق الفاظ، صرف ونحو، اور اسکے متعلقات سیکھتے ہین، بہت سے لڑکے کافی استعداد پیدا ہونے سے قبل ہی گھبرا کر پڑھنا چھوڑ دیتے ہین، جو طلبہ ثانوی تعلیم ختم کرلیتے ہین، وہ اعلیٰ مدارس میں داخل ہوجاتے ہین، جہان وہ "پانچ بڑی کتابین" پڑھتے ہین، اس نصاب کی مدت

طویل ہوتی ہے، اور بہت کم لڑکے اسے دس سال مین ختم کرتے ہین، اگرچہ حال میں اس نصاب میں کچھ تخفیف بھی کر دی گئی ہے، جب کوئی طالب علم قابل اطمینان طور پر اپنی کتابیں پوری کر لیتا ہے، تو عید الفطر یا عید الاضحی کے روز اساتذہ اسے مسجد میں سب کے سامنے آہونگ کی سند دیتے ہین، آہونگ شیخ کے مترادف ہے، اور فارسی لفظ آخوند سے ماخوذ ہے،

اس نصاب تعلیم کے متعدد نقائص ہین، مثلاً سلسلۂ درسیات کی درازی، جو مذہبی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا کافی نہ ہونا، عربی زبان سے بہت تھوڑی واقفیت، طلبہ میں زیادہ اونچے درجون کی کتابون کے سمجھنے کی لیاقت نہیں ہوتی، اور نہ وہ عموماً اپنا مفہوم تحریر یا تقریر کے ذریعہ اہل عرب کو سمجھا سکتے ہین، دوسری طرف وہ خود اپنی قومی زبان میں بھی کمزور رہجاتے ہین، اور علاوہ ان کے جنھین اسلامی ادارون میں تعلیمی یا تبلیغی کام مل جاتے ہین، اکثر اپنے لئے کوئی وسیلۂ معاش حاصل کرنے سے بھی عاجز رہتے ہین،

یون نان کے مسلمان قائدون نے یہ حالت دیکھکر اپنے صوبہ کے پایۂ تخت یون نان فو کی سب سے بڑی مسجد میں ایک مدرسہ علوم عمرانی قائم کیا ہے، جس میں مذہبی علوم اور جدید مضامین کے علاوہ چینی اور انگریزی زبانون کی تعلیم بھی ہوتی ہے، اسی طرز پر تین اور مدرسے بھی پیکنگ ننگھائی اور [illegible] میں قائم کئے گئے ہین، طلبہ چینی اور انگریزی زبانون اور جدید سائنس میں بہت تیزی کیساتھ ترقی کررہے ہین، لیکن عربی زبان اور دینیات میں وہ قدیم اسلامی مدارس سے ابھی تک پیچھے ہین، جسکی وجہ یہ ہے کہ مدت محدود اور مضامین متعدد ہین، نیز عربی اور دینیات کی تعلیم کی طریقے اب تک ویسے ہی ناقص ہین، جیسے پہلے تھے، اس مدرسہ کے مہتمم صاحبان معیار کو بلند کرنے کی کوشش کررہے ہین

علما، کا مبلغ علم محدود ہے، مسلمانون کی رہنمائی کے لئے ان کی واقفیت مذہب کے بنیادی اصول، فقہ، علم کلام، اور مذہبی لٹریچر سے متعلق کافی نہیں ہے، اسی لئے ان کے وعظ اور خطبے زیادہ

اسرائیلی روایات پر مبنی ہوتے ہین، جن لوگون نے غیر مذہبی تعلیم حاصل کی ہے، وہ اگر مذہبی مسائل یا اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہین، تو انھیں ان موضوعون پر کافی کتابین نہین ملتین، کیونکہ تفسیر حدیث اور فقہ کی کتابون کے ترجمے موجود ہی نہیں ہین،

چین میں عربی کتابین پہلے قلمی ہوتی تھیں، اور طلبہ اپنی ضرورت کے مطابق اُن سے نقل کرلیتے تھے، سب سے پہلے عربی کتابین، جو چین میں طبع ہوئین، وہ مافیو کو کے لکڑی کے ٹائپ کی چھپی ہوئی تھین، باہر سے عربی کی کتابیں صرف پچھلے تیس برس میں آئی ہیں، ان میں زیادہ تر قسطنطنیہ اور بمبئی سے آئی ہین، اور حال میں کچھ مصر سے بھی آئی ہیں، چین میں کوئی عربی کتبخانہ نہین ہے، اور عربی کتابیں گران قیمت ہین،

جمہوریہ کے قیام تک چینی مسلمانون نے غیر مذہبی تعلیم سے دلچسپی نہیں لی، اس کے بعد انھون نے چینی کلچر کی ضرورت محسوس کی، اور مسجدون اور ملک کے مختلف حصّوں میں ابتدائی مدارس قائم کرنے شروع کئے، ان مدارس کی تنظیم سرکاری مدارس کے طرز پر کی گئی ہے، پھر وزارت تعلیم کی منظوری سے ایک ثانوی مدرسہ پیکنگ میں اور دوسرا یون نان میں قائم کر دیا گیا، ان مدارس کا بڑا نقص یہ ہے، کہ ان میں نہ تو مذہبی تعلیم ہوتی ہے، اور نہ اسلامی آداب و ارکان کی پابندی کی جاتی ہے،

ساحل کے چینی مسلمان اہل عرب و ایران کی اولاد ہین، اور شمالی چین کے مسلمانوں کے مورث مشرقی ترکستان اور ایران کے رہنے والے تھے، یہ لوگ نقل مکان کرکے چین میں آباد ہوگئے، مگر ان کے تعلقات اپنے اصلی وطنوں سے عرب تاجرون کے ذریعہ جو چینی بندرگاہون میں آیا کرتے تھے، قائم رہے، لیکن گذشتہ پانچ صدیون میں مشرق بعید سے عربون کی تجارت بند ہو جانے سے چینی مسلمان اپنے غیر ملکی بھائیون سے منقطع ہوگئے،

چینی حجاج عربی زبان میں گفتگو نہیں کر سکتے تھے، اور نہ انھیں اسلامی حکومتوں کی مذہبی تمدنی اور سیاسی تحریکون سے آگاہی تھی،

جنگ عمومی کے دوران میں چینی مسلمانون نے جب سنا، کہ مسلمان عیسائیوں کے مقابلہ میں فتحیاب ہوئے ہیں، تو انھون نے اپنی مسرت کا اظہار کیا، لیکن جب انھیں اطلاع ملی کہ واقعہ برعکس ہے تو ان کو یقین نہ آیا، اور وہ سمجھے کہ یہ خبر عیسائیون کی اُڑائی ہوئی ہے، وہ سعد زاغلول، عبدالکریم، مصطفےٰ کمال، ابن سعود، محمد علی، رضا خان، اور دوسرے مشہور لیڈرون سے ناواقف تھے، جب غازی مصطفےٰ کمال نے اپنے دشمنون پر فتح پائی تو چینی مسلمانون نے ان کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کی، اور یون میں بعض خطیبون نے ان کے نام کے خطبے بھی پڑھے، لیکن جب اونھون نے خلافت کو منسوخ کردیا، اور ترکی حکومت کو ایک غیر مذہبی حکومت بنا دیا، تو خطبون مین انکا ذکر بھی موقوف ہوگیا، آج خطبون میں صرف مشرق و مغرب کی ملتِ اسلامیہ کے لئے دعا کیجاتی ہے،

مجھے یقین ہے، کہ اگر دنیائے اسلام نے چینی مسلمانون کی طرف کچھ بھی توجہ کی ہوتی، تو آج اس مضرت رسان علیحدگی کا وجود نہ ہوتا، اور نہ چین میں اسلامی کلچر اتنی پستی تک اوترتا، ہم نے علمائے کرام مین سے کسی کو چین میں سیاحت کرتے نہین سُنا، جس طرح وہ سال بسال مختلف جماعتون مین یورپ یا امریکہ کی سیاحت کرتے رہتے ہین،

شیخ عبدالرحمن ہوانگ ہاؤلان نے استنبول جاکر سلطان عبدالحمید خان ثانی سے ملاقات کی اور سلطان نے سنہ ۱۹۰۷ء میں ان کو شیخ علی رضا اور شیخ حسین حافظ کے ساتھ ایک مشن پر روانہ کیا، یہ شیوخ پکنگ کی مسجد نگ جیہ میں درس دیتے تھے، مگر نہ معلوم کس وجہ سے زیادہ نہین ٹھہرے، نتیجہ یہ ہوا کہ چینی مسلمانون کو کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچا، یہ حال کا پہلا تعلق تھا، جو اس طویل علیحدگی کے بعد قائم ہوا تھا، لیکن دونون شیوخ کے ترکی واپس چلے جانے پر یہ تعلق پھر منقطع ہوگیا،

اس کے بعد شاہ فواد نے چین کے اسلامی کلچر کی طرف توجہ کی، اور شیخ عبدالرحیم ماسنگ ٹنگ کی درخواست پر الازہر کے دو شیوخ کو چین جانے کا حکم دیا، یہ حضرات اس وقت پاؤٹنگ کے مسلم نارمل اسکول میں درس دے رہے ہین، اور طلبہ چین کے ہر حصہ سے آکر ان درسون میں شریک ہوتے ہین،

چینی اور ایرانی حکومتون کے درمیان ایک دوستانہ اور تجارتی معاہدہ ہو گیا ہے، اور ایک ایرانی قنصل چین میں بلایا گیا ہے، ترکی اور چین کے درمیان بھی ایک معاہدہ اتحاد جلد ہونے والا ہے، چینی مسلمانون اور ان کے غیر ملکی بھائیون کے درمیان کامل اتحاد کچھ بہت دور نہین ہے،

۷۔ سیاسی حالت اس حصہ مین مصنف نے دسوین صدی سے انیسوین صدی عیسوی تک کی چینی مسلمانون کی سیاسی حالت پر تبصرہ کیا ہے، اور دکھایا ہے، کہ انھیں کس حد تک آزادی حاصل ہے، اور ان کے کتنے بڑے آدمیون نے سلطنت کی خدمت کی، یہ بھی دکھایا ہے کہ سترھوین اور انیسوین صدیوں میں مسلمانون کی طرف سے جو بغاوتیں رونما ہوئین، وہ تشدد مذہبی کے سبب سے نہ تھیں، بلکہ خاندان منچو کے سیاسی انقلاب کا نتیجہ تھیں،

جب جمہوریہ قائم ہوئی تو دستور حکومت میں اعلان کیا گیا کہ چینی قوم پانچ ملتون پر مشتمل ہے، جن کی رعایت سے قومی علم مین پانچ رنگ رکھے گئے ہیں، جمہوریہ نے پانچوں ملتون کے لئے مذہبی آزادی اور مساوات قائم کی، مسلمانون کو اس وقت تک اپنے مذہبی یا دنیوی مفاد کے تحفظ کا موقع بہت کم ملا تھا، سات سال کے اندر حکومت نانکنگ نے اس علم کو منسوخ کر دیا، اور اوس کے بجائے ایک دوسرا علم جاری کیا، جس میں صرف تین ہی رنگ تھے، گورنر نے اعلان کیا کہ اگر غیر چینی ملتیں چینی قوم سے علیحدہ ہو کر آزادی اور خود مختاری حاصل کرنا چاہین گی، تو اون

کی مدد کی جائے گی، حکومت نانکنگ کے نزدیک خاص چین کے مسلمان اصلی ہان (چینی) ہیں
اوران میں اور بقیہ ہان میں مذہب کے سوا اور کوئی فرق نہیں، اس مسئلہ پر مسلمانوں میں دو جماعتیں
ہو گئی ہیں، ایک حکومت کی ہم خیال ہے، اور دوسری اوس کی مخالف، اکثریت موخر الذکر
ہی کی ہے،

"حکومت نانکنگ نے اپنی اس خواہش کا بھی اعلان کیا تھا، کہ چین میں اسلام کی روشنی
خود بخود بجھتی رہے، اور مسلمان اور قوم ہان کے درمیان شادیان ہوتی رہیں، لیکن خدا کو یہ منظور
نہ تھا، مسلمانون کا دینی جذبہ اُن کے قومی جذبہ سے زیادہ قوی ہے، جہاں وطن پرستی مذہب کے
مخالف نہیں ہوتی، وہان وہ اپنے ملک کے فدائی ہوتے ہین، لیکن جہان دونون جذبات کا تصادم
ہوتا ہے، وہان وہ اپنے مذہب ہی کے وفادار ہوتے ہین، حکومت چین کا برتاؤ اپنی مسلمان رعایا کے
ساتھ اچھا ہے، لیکن وہ ہمارے مذہب کو چین مین فنا کر دینا چاہتی ہے،"

"ع ز"

پروفیسر پاولو

حال میں روس کے مشہور سائنس دان پروفیسر پاولو (PAVLOU) نے ستاسی سال کی
عمر میں وفات پائی، یہ ۱۸۴۹ء مین وسطی روس کے ایک قصبہ مین پیدا ہوئے تھے، ان کے والد گاؤن کے
ایک غریب پادری تھے، ۱۸۷۵ء میں انھون نے طب کی سند حاصل کی، اس کے بعد انھون نے عضویات
کو اپنا خاص موضوع بنالیا، اور اسکی تحقیق میں مصروف ہوگئے، رفتہ رفتہ ان کے اہم انکشافات کی بنا
پر ان کی شہرت تمام دنیا میں پھیل گئی، ان کی تحقیقات میں زیادہ اہم وہ ہین، جو انھون نے زندہ جانور
اور خصوصاً کتون سے متعلق کین، یہ انھی کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ انسان اور کتے کے دماغ میں بہت سی
باتین مشترک ہین، اور کتے کا نظام عصبی بھی بنیادی طور پر ویسا ہی ہے، جیسا انسان کا، کتا بھی انسان

کی طرح اپنے خیالات میں تلازم پیدا کرسکتا ہے، وہ بھی اپنے میلانات کو روک سکتا ہے، اس میں بھی
اپنے کو دوسرون سے فروتر سمجھنے یا دوسرون کے مقابلہ میں جارحانہ اقدام کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا
ہے، عضویات یا جسم و دماغ کے تعلقات پر مشکل سے کوئی کتاب ایسی ملے گی، جس میں پروفیسر پاولو کے
تجربات کا حوالہ نہ ہو، موجودہ طب بہت بڑی حد تک ان کی رہین منت ہے،
پاولو کا طرزِ معاشرت بہت سادہ تھا، انکی تقریباً تمام عمر اپنے معمل اور گھر ہی کے درمیان ختم
ہو گئی، بولشیوزم سے ان کو نفرت تھی، ۱۹۱۷-۱۸ء کے دورِ انقلاب مین نیز اس کے بعد بھی وہ اپنے خیالات
کا اظہار نہایت بے خوفی سے کرتے تھے، باوجود اس کے حکومتِ روس نے ہمیشہ ان کا احترام کیا،
اور سوویٹ روس میں غالباً وہی ایک شخص تھے، جن کو اپنے اصلی خیالات کے اظہار کی اجازت تھی،
انقلاب کے زمانہ میں جب وہ روس سے چلے جانے کا قصد کر رہے تھے، تو لینن نے ان کو روکنے
کے لئے حتی الامکان تمام سہولتیں پیدا کر دین انھون نے اس آزاد خیالی کو آخر وقت تک قائم رکھا،
ان کے علمی خدمات کے صلہ میں حکومتِ روس اونھیں دو ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ دیتی تھی، اور انکی
۸۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ان کے معمل کی آراستگی کے لئے دس ہزار پونڈ عطا کئے تھے،

(ج۔ل) "ع ز"

اخبار علمیہ

موسمی نظام

موسم کی تبدیلیاں ایک ایسے نظام پر مبنی ہیں، جو پیچیدہ ہونے کے علاوہ حد درجہ وسیع بھی ہے، یہ نظام کوئی مقامی چیز نہیں ہے، بلکہ تمام روے زمین پر پھیلا ہوا ہے، اور اس کا عمل ہوا کی ایک موٹی تہ میں جاری ہے جسکی دبازت تقریباً چھ میل ہے، اسی لئے موسم کی تبدیلیوں کے متعلق پیشین گوئی کرنا آسان نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ علماے حوادث الجویہ (Meteorologists) بری اور بحری مرکزوں کی اطلاعات کی بنا پر یہ معلوم کر سکتے ہیں، کہ فلاں فلاں مقام پر ہوا کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں، جن میں سے ہر ایک کا وزن لاکھوں ٹن ہے، اور فلاں فلاں مقام سے ہوا کھینچ کر چلی گئی ہے، جس کی وجہ سے ان خطوں کا دباؤ کم ہوگیا ہے، وہ ہوائی طوفانوں کی سب سے آخری حرکتوں کو بھی معلوم کر سکتے ہیں، اور ان کی مدد سے کسی قدر قیاس کر سکتے ہیں، کہ آئندہ موسم کی حالت کیا ہوگی، لیکن ان کی مثال اس جنرل کی سی ہے، جو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ دشمن کی نقل و حرکت کو دریافت کر سکتا ہے، اور اسکی آئندہ نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے صرف اپنے پچھلے تجربہ کی بنا پر قیاس کر سکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ علم حوادث الجویہ (Meteorology) ابھی تک ایک تجربی علم ہے، اور چونکہ اس علم پر ہنوز کافی عبور حاصل نہیں ہو سکا ہے، اسلئے کسی بعید مستقبل کے موسم کی پیشین گوئی کرنی بہت ہی دشوار ہے، موسمی نظام فضا میں چھ میل کی بلندی تک پھیلا ہوا ہے، جب تک اس خطہ کے حالات کافی طور پر معلوم نہ ہوں گے پیشین گوئی کی دشواریاں پوری طرح حل نہ ہو سکینگی اس مسئلہ میں فن ہوا بازی کی ترقی سے بہت کچھ مدد ملنے کی توقع ہے، موسم کے تغیرات میں سب سے بڑا حصہ

آفتاب کا ہے، اگر آفتاب نہ ہو تو نہ گرمی ہو نہ سردی ہو، نہ طوفان اٹھیں نہ ہوائیں چلیں، نہ بارش ہو، آفتاب موسم پر مختلف طریقوں سے اثر ڈالتا ہے، مثلاً کرۂ ارض کے مختلف حصوں پر آفتاب کی حرارت مختلف شدت کیساتھ پڑتی ہے، جب ہوا کی ایک تہ گرم ہوگی، اور دوسری سرد، تو ہوا میں حرکت کا پیدا ہونا ضروری ہے، اسی سے موسم میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، ہوا کا دباؤ ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا، بعض مقامات پر ہوا پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور بعض پر سمٹی ہوئی چلنے والی ہواؤں کے سمت اور قوت کا انحصار فضا میں ہوا کے دباؤ کی حالت پر ہے، جہاں دباؤ زیادہ ہوتا ہے، ہوائیں وہاں سے چلکر کم دباؤ کے خطوں کی طرف آتی ہیں، زمین کے گھومنے سے بھی ہواؤں کی حرکت پر خاص اثر پڑتا ہے،

مصر اور تیرہ کا عدد،

جریدہ المعور (مصر) نے اس عجیب و غریب اتفاق کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تیرہ کا عدد مصر اور انگلستان کے بہتیرے باہمی معاملات سے متعلق ہوتا آیا ہے، مثلاً انگریز اسکندریہ میں ۱۳ر جولائی ۱۸۸۲ء کو اترے، اور اسی سال ۱۳ر ستمبر کو قاہرہ میں داخل ہوئے، دنشوائے[1] کا واقعہ ۱۳ر جون ۱۹۰۶ء کو پیش آیا، آزادی کا پہلا مطالبہ سرونگیٹ (Sir R. Wingate) کے سامنے جو اسوقت ہائی کمشنر تھے، ۱۳ر نومبر ۱۹۱۸ء کو پیش کیا گیا اور اب اس تاریخ کو ہر سال ایک قومی یادگار منائی جاتی ہے، اس کے بعد جو وفد ملکی مطالبات کو حاصل کرنے کی غرض سے بنایا گیا، وہ بھی ۱۳ر ارکان پر مشتمل تھا، پھر جب رشدی پاشا کی چوتھی کابینہ نے قومی تحریک میں سرکاری عہدہ داروں سے ہمدردی کرنے کی غرض سے استعفا دیا، تو اس کو کو بھی عنان وزارت ہاتھ میں لئے ہوئے صرف ۱۳ر ہی دن گذرے تھے، اس کے بعد آخری کابینۂ وزارت نے حکومت برطانیہ سے اتفاق نہ کرنے کی بنا پر ۱۳ر نومبر ۱۹۳۴ء کو استعفا دیا، اسی طرح ۱۹۲۰ء کے صلحنامہ نیز

[1] معارف:- دنشوائے میں مصریوں اور گوراسپاہیوں کے درمیان خوفناک تصادم ہوا تھا جسمیں بہت سے مصری مارے گئے تھے،

۱۹۲۷ء کے اس صلحنامہ میں جسے ثروت پاشا طے کر رہے تھے، لیکن جو سوڈان کے مسئلہ کی رکاوٹ کے باعث حسب خواہ طے نہ ہو سکا، پیش کردہ دفعات کی تعداد تیرہ تھی، اب بھی جو وفد حکومت برطانیہ سے گفتگو کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے، اس کے ارکان کی تعداد بھی تیرہ ہی ہے، اور جس فرمان کے رو سے یہ وفد متقرر کیا گیا ہے، وہ ۱۳ جنوری کو نافذ ہوا تھا، مدیر المصور گذشتہ اتفاقات کے باوجود تیرہ کے عدد کو کوئی قوہمانہ اہمیت نہیں دیتے، اور امید کرتے ہین کہ اب کی بار مصر کے موافق ہوگا،

سزاے موت مین ترمیم

حال میں نیویارک کی اسٹیٹ اسمبلی میں ایک مسودہ قانون پیش کیا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اکیس سال سے کم کے تمام مجرموں کے لئے موت کی سزا منسوخ کر دی جائے، یہ تحریک ایک خاص انجمن کی اٹھائی ہوئی ہے، جو اسی مقصد کے لئے قائم کی گئی ہے، اس انجمن نے تمام ریاستہاے متحدہ سے اعداد و شمار جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور اب تک جو کچھ نامکمل اعداد وصول ہوئے ہین، ان کی بنا پر اعلان کیا ہے، کہ ۱۹۲۳ء سے لیکر اس وقت تک کم از کم (۴۳) نوجوانون کو حکومت کی طرف سے موت کی سزائیں دی گئی ہین، ان میں سے ۶ کی عمریں ۱۷ سال تھیں، ۱۲ کی ۱۸ سال، ۱۴ کی ۱۹ سال، اور ۱۱ کی ۲۰ سال، ملک کے ہر گوشہ سے اس تحریک کی تائید کی صدائیں آرہی ہین، خصوصاً ۱۵ جنوری ۱۹۳۶ء کے واقعہ کے بعد سے جب کہ ۴ نوجوان لڑکون کو عدالت کے حکم سے بجلی کی کرسی میں بٹھا کر ہلاک کر دیا گیا، انجمن مذکور کے ارکان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، اور ملک کے بعض اہم اور بااثر اشخاص اس مسئلہ پر اپنی تائید کا اظہار کر رہے ہین، نوجوانون کی اصلاح کا مسئلہ امریکہ میں عرصہ سے زیر غور ہے، اور وہان کے ارباب فکر نوجوانون کے جرائم کا سبب خود سوسائٹی کی غفلت اور بے پروائی کو قرار دیتے ہین، چنانچہ ۱۵ جنوری کے واقعہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے انھی میں سے ایک نے لکھا ہے، کہ جب ہم کسی نوجوان لڑکے کو موت کی سزا دیتے ہین، تو ایک نوخیز ہستی کو ہلاک کر دیتے ہیں، جو زندگی کے بارے شکستہ ہو چکی تھی، گویا ہم خود اپنی غفلت کا خاتمہ ایک قانونی قتل پر کر دیتے ہیں؛

ہپنوٹزم کا جدید استعمال

ہپنوٹزم پہلے کتنی ہی پر اسرار چیز رہی ہو، سائنس نے اوسے ایک معمولی نسخہ بنا دیا ہے، اور ماہرین نفسیات اپنی تحقیق میں اوسے بطور ایک آلہ کے استعمال کرنے لگے ہین، چنانچہ پروفیسر اسٹابروکس (امریکہ) رسالہ سائنٹفک امریکن میں اپنے دلچسپ تجربات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہین، کہ "ہپنوٹزم کا بڑا فائدہ تحقیق نفسی کے سلسلہ میں نظر آتا ہے، کیونکہ ہم اس کی مدد سے معمول میں جنون کی کیفیت پیدا کر کے اسکا مطالعہ سائنٹفک طریقہ پر کر سکتے ہین،...... ہم کسی معمول میں اس حد تک بے حسی کی کیفیت پیدا کر سکتے ہین، کہ اگر اس سے یہ کہکر کہ تمھارے ہاتھ میں کوئی حس نہیں ہے، اس میں موئی چبھو دین، یا اسے کسی قدر جلا دین، یا اس کی کوئی انگلی بھی کاٹ لیں، تو بھی اُسے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوگی،" اس قسم کے تجربون سے ماہر نفسیات مختلف اعصابی بے ترتیبیوں کے اسباب کا مطالعہ کر سکتا ہے، پروفیسر موصوف لکھتے ہین،

بڑی تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص ہپنوٹک حالت مین اُن واقعات کو بھی اچھی طرح یاد رکھتا ہے، جن کو عرصہ ہوا وہ بھول چکا تھا، یہ چیز نفسیات کے لئے بہت اہم ہے، کیونکہ دماغی تکلیف کے بہتیرے واقعات بچپن کے واقعات پر مبنی ہوتے ہیں، ماہرین نفسیات اگر ہپنوٹزم سے کام لیں تو بعض دماغی بیماریون کے دور کرنے میں بہت کچھ کامیاب ہو سکتے ہیں؛

"ع ز"

افکار عصریہ

سائنس نے جنگ عظیم کے بعد جو ترقیاں کی ہین، یہ کتاب ان تمام ترقیوں کا خلاصہ ہے، کتاب ۲۶ بابوں میں تمام ہوئی ہے، اور ہر باب میں سائنس کے مختلف اہم مسائل کی تحقیق کی گئی ہے، ضخامت ۲۰۰ صفحے

قیمت :۔ ۳ عہ

"منیجر"

ادبیات

عرضِ تمنا

از مولینا تمنا مجیبی پھلواروی،

ساقی! گھٹا ہے صحنِ چمن ہے بہار ہے
اب کارِ خیر میں تجھے کیا انتظار ہے،

کرتی ہے تیرے خندۂ بیساختہ کی قدر
جو آنکھ مستِ گریۂ بے اختیار ہے،

آتی ہے صاف روزنِ در سے ضیائے رخ
ہر ذرّہ آج مہر مبیں در کنار ہے،

ہان ہان، ہر اک بندھی ہوئی آس اُسکی توڑ دو
اُس کی یہی سزا ہے، جو امیدوار ہے،

تارِ نفس کا بھی نہ رہا سلسلہ جو تھا
ہاں، ایک رشتۂ نگہِ انتظار ہے،

اے غافلانِ مست مے عیش! ہوشیار
شبخوں کی تاک میں روشِ روزگار ہے،

کہنے لگے وہ سُن کے مری بیقراریان
"سمجھا ہے وہ غلط کہ یہ دار القرار ہے"

دل پر پڑے ہین سیکڑون پیچ اُسکی زلف کے
ہر پیچ پر کئی گرہِ استوار ہے،

اک سانس بھی بغیر تری یاد کے جو آئے
وہ دل کے آئینے کے لیے اک غبار ہے

مجبوریوں کے دفع کی قدرت اگر نہین
ہم جبر سہ لین یہ تو ہمین اختیار ہے

صبح امید آئی تو ہے سامنے مگر،
منہ پر نقاب دامنِ شبہائے تار ہے،

کیا خاک ہو شگفتہ میرا دل، کہ یہ کلی
شاید نزیادِ رفتۂ فصلِ بہار ہے،

ناکارے لوگ جب ہین تمنا بروے کار
بیکار کاروانیِ مردانِ کار ہے،

کلامِ کیفی

از مولینا کیفی چریاکوٹی،

ہے تجھ سے مجھے دوری، مجھ سے تجھے دوری
ہے تیری یہ مختاری، ہے میری یہ مجبوری

وہ نام زبان پر ہے، اس در پہ ہے سر اپنا
یہ کوششِ فرہادی، وہ شیوۂ منصوری

برباد تمنا سے اُس ماہ کو کیا نسبت؟
ہم خاک کے پتلے ہیں اک شکل ہے وہ نوری

ہر طرزِ تغافل میں اندازِ توجہ ہے،
پردے میں تصور کے دیدار ہے مہجوری

جب مزد کی خواہش ہے کیا فرض ادا ہوگا
ہر سجدہ ہے بیگاری، ہر خیر ہے مزدوری

ہان بہرِ طلب میرے اب ہاتھ نہیں اُٹھتے
ہے میری تن آسانی میرے لیے معذوری

آنسو بھی اُمنڈتے ہیں دیتا ہے لہو دل بھی
وہ جوش ہے طوفانی، یہ زخم ہے ناسوری

بے کیف حرم والے کیون حال مرا پوچھیں
لب کھلنے نہیں دیتی، جب لذتِ مخموری

اب پاؤں کے چکر سے منزل کو بھی گردش ہے
بڑھتی ہے جو نزدیکی ہوجاتی ہے وہ دوری

لب بند، کھلین آنکھیں اور کیف کی ہین موجیں
اب دل ہی میں رہتا ہے کل بادۂ انگوری

ہے کچھ بھی نہیں کیفی جو کچھ بھی ہے وہ تو ہے،
اے تیری یہ مختاری، اے میری وہ مجبوری

جامِ صہبائی

از جناب عبدالسمیع صاحب پال اثر صہبائی وکیل سیالکوٹ

دریائے وجود میں ہے تو گوہرِ حق،!
میخانۂ دہر میں ہے اک ساغرِ حق،!

انسان جھکا ہے مال و زر کے آگے،
یعنی درِ باطل پہ جھکا ہے سرِ حق

لب پر تیرے نعرۂ صدائے حق ہو (۲) ہر قول و عمل ترا برائے حق ہو،
باطل ہے یہ تمغۂ اسباب مجاز اے دوست تو بندۂ فدای حق ہو،

ہر چیز کو چھوڑ دے، بجز دامنِ حق (۳) صد خلد در آغوش ہے برگِ چمنِ حق،
ہر اشک ترا ہو نورِ حق سے روشن تیرا دلِ بے قرار ہو مخزنِ حق،

ہر شے ہے فنا پذیر بجز جلوۂ حق، (۴) ہر نغمہ ہے شورِ خام جز نغمۂ حق،
ہر کیف و سرور کا ہے انجامِ خمار بے رنج و غم خمار ہے بادۂ حق،

ہنگامۂ روح و جان ہو حق کی مستی، (۵) سیل یم بیکران ہے حق کی مستی،
گو تلخ ترین ہے حق کی مے اے ہمدم خوش باش کہ جاودان ہو حق کی مستی،

کیا موجِ فنا ہے کیا ہے، ساحل یارب (۶) کیا دشتِ بلا ہے! کیا ہے منزل یارب!
حق بین ہو نگاہ اور حق کوش ہو دل دے مجھکو تمیزِ حق و باطل یارب!

حق دوست ہو حق نگر ہو حق کوش رہو، آگاہِ خدا ہو، خود فراموش رہو!
ہشیار تمیز حق و باطل کے لئے، ! اور میکدۂ حق میں بلا نوش رہو!

مختصر تاریخ ہند

عام تاریخوں میں زیادہ زور دہلی کی مرکزی سلطنت پر صرف کیا گیا ہو لیکن اس ملک کے مختلف گوشوں میں مختلف زمانوں میں جن اسلامی خاندانوں نے حکومت و فرمانروائی کی، مورخین نے انکی طرف چندان اعتنا نہیں کیا، مختصر تاریخ ہند میں دہلی کی مرکزی سلطنت کے علاوہ محمد بن قاسم کے حملۂ سندھ سے لیکر سلطنتِ مغلیہ کے زوال تک جو حکومتیں قائم ہوئیں، اور جتنے خاندانوں نے فرمانروائی کی، ان سبکے حالات اچھی طرح بیان کئے گئے ہیں، شروع کے صفحات میں ہندو عہد کی تاریخ بھی نہایت اجمال و اختصار کیساتھ پیش کیگئی ہو، زبان بہت سادہ اور عام فہم ہو، اس قابل ہو کہ ہندوستان کے تمام مدارس میں پڑھائی جائے، ضخامت ۲۰۰ صفحات، قیمت عہ "منیجر"

باب التقریظ والانتقاد

المختار من شعر بشار

مرتبہ مولانا بدر الدین صاحب علوی معلم عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

بشار بن برد، خلیفہ مہدی عباسی کے درباری شاعرون میں سے تھا نسل اور نسب کے رو سے عجمی تھا، اسکے آبا و اجداد طخارستان (بلخ کے قریب) کے قریب کے رہنے والے تھے، اسلامی حملون کے زمانہ مین وہ پکڑ کر عراق گئے۔ بصرہ میں رہے، اور عقیلی خاندان میں پرورش پاکر آزادی پائی، یہ یونانی شاعر ہومر کی طرح مادر زاد اندھا تھا، اور اس کے باوجود بڑا شاعر تھا، بلکہ عربی زبان کے نئے شعراء (محدثین) کی صف میں اسکا نمبر سب سے اول ہے، ۱۶۷ھ میں مہدی کے وزیر یعقوب کی ہجو کے جرم میں کوڑون کی سزا پاکر مر گیا،

اس کے اشعار مین مضامین کی جدت، تشبیہات کی ندرت، اور خیالات کی نزاکت ہوتی ہے، اسی لئے اسکے دیوان کی شہرت عام ہے، مگر افسوس ہو کہ وہ تمام و کمال ہم تک نہیں پہنچا، سیف الدولہ حمدانی کے زمانہ میں چوتھی صدی میں موصل کے ایک گاؤن خالدیہ کے رہنے والے دو فاضل بھائی تھے جو خالدیین کہلاتے تھے، یہ دونون مل کر علمی کام سرانجام دیا کرتے تھے، دونون شاعر تھے، اور سیف الدولہ کے کتبخانہ کے مہتمم تھے، ان دونون نے ملکر بشار کے دیوان کا ایک انتخاب کیا تھا، جو اہلِ ادب کو بہت پسند آیا تھا۔ ملک مغرب (قیروان) کے ایک ادیب ابو طاہر اسمٰعیل بن احمد نے پانچویں صدی ہجری میں

اس انتخاب کی شرح لکھی، دنیا میں اس شرح کا ایک ہی نسخہ حیدرآباد دکن کے کتبخانۂ آصفیہ میں تھا،

ہمارے ملک میں عربی ادب جس کس مپرسی میں ہے، وہ ظاہر ہے، اور عربی کے ایسے ادیب جو قصیدہ گوئی کے علاوہ عربی ادب کی کوئی قابل وقعت خدمت انجام دے سکین، شاید ہی دوچار ہون، انہی دوچار میں ہمارے کرمفرما مولانا محمد بدرالدین علوی صاحب ہیں، جو مسلم یونیورسٹی میں عربی زبان کے معلم ہین، مولینا ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہین، اسی سلسلہ میں ان کی نظر حیدرآباد کے اس نادر نسخہ کی طرف متوجہ ہوئی، یہ نسخہ ساتوین صدی کا لکھا ہوا ہے، اسلئے اس کا خط قدیم طرز کا ہے، جسکو مولینا نے محنت کرکے پڑھا، نسخہ کو صحیح کیا، کتابت میں جو صدہا شعر بشار کے اور دوسرے عربی شعرا کے تھے، ان کو دوسری کتابون میں تلاش کرکے اون کے حوالے لکھے، اصل کتاب کے بعض اغلاط درست کئے، جہان کہین شرح میں صرف ایک مصرع لکھا تھا، اس کا دوسرا مصرع ڈھونڈ کر نکالا، شرح میں جو شعر ایسے تھے جنکے کہنے والوں کے نام نہیں دیئے تھے، اون کے نامون کا پتہ چلایا، شعرون میں یا شرح میں جو مشکل لفظ آئے تھے، ان کو لغت سے حل کیا، اور آخر میں تین فہرستین اضافہ کین، ایک ان شعرا کی جنکے شعر اس شرح میں آئے ہین مع انکے اون اشعار کے حوالوں کے جنکو شارح نے نقل کیا ہے، دوسری اشعار کے قوافی کی اور تیسری اشخاص اور مقامات کے نامون کی،

ان تمام کامون کے سرانجام دینے کے بعد اس نسخہ کو چھپوانے کی فکر ہوئی، اسکے لئے مصر کی مشہور مجلس لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر نے اپنی خدمت پیش کی، اور اس طرح ہندوستان کے ایک قابل فخر کارنامہ کی داد مصر نے دی،

حقیقت یہ ہے کہ مولانا بدرالدین صاحب نے بڑی محنت، دیدہ ریزی اور سلیقہ سے اس کام کو انجام دیا ہے، اور ایک ایسی کتاب کو زندہ کیا ہے جس نے اسلام کے تین نامور مصنفون کے نامون کو زندگی بخشی، یہ شرح عربی ادب میں بھی ایک خاص چیز ہے، شارح نے صرف بشار کے شعرون کے حل مطالب پر قناعت نہیں کی ہے، بلکہ ہر شعر میں شاعر نے جس مضمون کو ادا کیا ہے، اس مضمون کی پوری تاریخ لکھی ہے، یعنی یہ کہ یہ مضمون پہلے کس نے باندھا، پھر کس نے اسکو ترقی دی، اور اس کی کمی پوری کی، اور آخر بشار نے اسکو کس طرح کہا، شرح کی اس خصوصیت کی بنا پر یہ کتاب عربی ادب کے ذخیرہ مین ایک بے مثال اضافہ ہے، اور اس قابل ہے کہ عربی ادب کے شائقین اسکی تحقیقات سے بہرہ مند ہون،

کتاب بمبئی کے عربی کتب فروشون سے ملے گی،

"س"

شیخ الاشراق کے تین رسالے

مرتبہ پروفیسر اوٹو سپیز مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، ملنے کا پتہ:- کتابستان ۱۷- سٹی روڈ الہ آباد قیمت ۶ روپیہ

شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی مقتول ۵۸۶ھ، ان حکمائے اسلام میں ہیں جنھون نے ارسطو کے فلسفہ سے ہٹ کر اپنے فلسفہ کی بنیاد قائم کی، اور اس کا نام افلاطونی فلسفۂ اشراق رکھا، یہ واقعہ کہ شہاب الدین سہروردی کا فلسفہ بعینہ افلاطونی فلسفہ ہے، بہت کچھ بحث و مباحثہ کا محتاج ہے، مگر بہرحال اونکا راستہ مشائیہ کی عام شاہراہ سے بالکل الگ ہے، انکا فلسفہ تو افلاطونیت، مجوسیت اور تصوف کا مجموعہ ہے،

شہرزوری نے جو ان کا معتقد سوانح نگار ہے، ان کی پچاس چھوٹی بڑی تصنیفات کی فہرست درج کی ہے، جن میں حکمۃ الاشراق، اور ہیاکل النور وغیرہ پہلے چھپ چکی تھین، اب ہمارے فاضل دوست پروفیسر اوٹو سپیز، پروفیسر عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈہ نے اپنا خاص موضوع شیخ کی تصنیفون اور رسالون کو قرار دیا ہے، پچھلے برس انھون نے شیخ کا رسالۂ عشق (مونس العشاق) چھاپا تھا، اور امسال ان کے تین رسالون لغت موران "صفیر سیمرغ" اور "رسالۃ الطیر" کو تصحیح و تحشیہ کیساتھ شائع کیا ہے، ان رسالون میں شیخ نے اپنے الٰہیاتی فلسفہ کو کبھی اپنی اور کبھی پرندون اور حیوانون کی زبانون سے ادا کیا ہے،

رسالۃ الطیر کے نام سے بوعلی سینا کا بھی ایک عربی رسالہ ہے، جسکی شرح چھٹی صدی ہجری کے مشہور

حکیم و منطقی عمر بن سہلان ساوجی نے فارسی میں لکھی تھی، پیش نظر مجموعہ میں یہ شرح بھی شامل ہے، اور آخر میں شیخ الاشراق کے سوانح کا متن جو شہزوری نے اپنی تاریخ حکماء میں درج کیا ہے، ضمیمہ کے طور پر لگا دیا گیا ہے، اور ساتھ ہی شیخ الاشراق کے تینوں رسالوں کا انگریزی ترجمہ مع انگریزی مقدمہ کے اس مجموعہ میں ہے،

ان میں سے بعض رسالے کتبخانہ ایاصوفیہ استامبول سے، بعض مشرقی کتبخانہ بانکی پور پٹنہ سے، اور آخری برٹش میوزیم کے کتبخانہ سے منقول ہے، پروفیسر صاحب نے شیخ کے ایک اور رسالہ "پر جبرئیل" کی خبر دی ہے، جسکو اپج کاربن صاحب جرنل ایشیاٹک میں مع اسکی ایک فارسی شرح کے شائع کرنے والے ہیں، اسکے نسخے ایاصوفیا استامبول اور مشرقی کتبخانہ بانکی پور میں ہیں،

پروفیسر صاحب نے ان رسالوں کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، حاشیوں میں دوسرے نسخے بھی لکھے گئے ہیں، ہم نے صرف پہلے رسالہ کو غور سے پڑھا، تو بعض الفاظ کہیں کہیں مشکوک معلوم ہوئے،

رسالہ موران ص ۱ سطر ۱۴،
هر کسے رازی جهت اصل خویش گشتنی باشد
هر کسے راز جهت، ....

ص ۵ - سطر ۵
علمت نفس ما قدمت و خرت،
" " " و اخرت

ص ۶ - سطر ۵
سوی ما یقول الناس فی و فی مجنسی،
سوی ما یقول الناس فیّ و فی جنسی (؟)،

ص ۶ - سطر ۸ و ۹ -
"اشرقت الارض بنور ربها و قضی بینهم بالحق
و قیل الحمد لله رب العالمین سلام علی تلك الہیاکل
انما شریعة وردی و مهب شمالی،
"اشرقتِ الارض بنور ربها، و قضی بینهم

بالحق و قیل الحمد لله رب العالمین،
سلام علی تلك الہیاکل انما شریعة وردی و مهب شمالی،

ص ۶ - سطر ۱۲
رئیس سگارگان،
رئیس سیارگان،
در خطیره اقول هوی کند،
در حظیره افول هوی کند،

ص ۷ - سطر ۹ -
حفافیش،
خفافیش،

ص ۸ - سطر ۱۱ -
از ضرب وایلا،
از ضرب و ایلام،

ص ۸ - سطر ۱۲ و ۱۳،
"افشاء السر الربوبیة کفر و افشاء سر القدر معصیة
و اعلان سر کفر"
افشاء سر الربوبیة کفر و افشاء سر القدر معصیة
و اعلان السر کفر"

ص ۸ - سطر ۱۹
بنفس صعدا می کرد،
تنفس صعدا می کرد،

ص ۹ سطر ۱۳
اصناف طیور،
اضناف طیور،

ص ۹ سطر ۹
کجز،

کہ جزا،

ص ۱۰ - سطر ۱	ھبت علی صبا یکاد یقول،
	ھبت علی صبا تکاد تقول،
ص ۱۰ - سطر ۹	علی" ودونی تربہ وصفائح،
	علی ودونی تربۃ وصفائح،
ص ۱۱ - سطر ۲۴	"یا سبحانی ما اعظم شانی"،
	یا سبحانی ما اعظم شانی،
ص ۱۲ - سطر ۲	وھم یبطلان خطاست.
	وھم مبطل آن خطاست،

"س"

کتاب الاسخیاء دارقطنی

مشہور محدث امام دارقطنی المتوفی ۳۸۵ھ نے جنکی سنن (سنن دارقطنی) عام طور سے متداول ہے ایک رسالہ سخاوت اور سخیوں کی اُن خوبیون کے بیان میں لکھا تھا جو حدیثوں میں آتی ہین یعنی اس رسالہ میں امام موصوف نے ان روایتون کو جمع کیا تھا جو سخیون کی نسبت مروی ہیں، رسالہ مذکور کا ایک نسخہ بانکی پور کے مشرقی کتبخانہ میں تھا مولوی محمد وجاہت حسین صاحب ہمارے شکریہ کے مستحق ہین جنھون نے اس رسالہ کی نقل لی اور تصحیح و مقابلہ کے بعد اسکو بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی میں پیش کیا جس نے اسکو اپنے جرنل کے ضمن میں چھاپکر شائع کیا،

شروع میں مصحح ومحشی کا ایک عربی مقدمہ ہے، جسمیں پہلے علما اور محدثین کے ان حوالوں کا بیان ہے جن میں انھون نے اس رسالہ کو دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہے، اسکے بعد مصنف کے سوانح حیات

کا تذکرہ ہے، بعد ازین متن میں اصل رسالہ ہے، اور حاشیوں میں مصحح ومحشی نے ہر روایت کا مقابلہ دوسری قلمی و مطبوعہ مستند کتابوں کے ماخذ ون سے کیا ہے اور حدیث وخبر کی جن کتابوں میں جہاں وہ روایتیں آئی ہین ان کا نشان دیا ہے، یہ اخیر کام جس محنت اور دیدہ ریزی کا ہے اسکو اہل علم جانتے اور اسکی قدر کو پہچانتے ہین

کتاب خوبصورت اور صاف ٹائپ میں چھپی ہے، اور کتابی تقطیع کے ۱۴۹ صفحوں میں تمام ہوئی ہے کتاب کی تصحیح میں خاصہ اہتمام کیا گیا ہے، تاہم بعض مقامات مزید تصحیح کے قابل ہین مثلاً

واصفر من ضرب دار الملو ... یلوح علی وجھہ جعفر

اسکی صحیح تقطیع یون ہوگی،

واصفر من ضرب دار الملوک ... یلوح علی وجھہ جعفر،

کتاب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، نمبر ۱ پارک اسٹریٹ کلکتہ سے ملے گی،

"س"

مقالات شبلی جلد چہارم

(تنقیدی)

مطبوعہ اور قلمی کتابون پر مولانائے شبلی مرحوم کے جو تبصرے الندوہ اور دوسرے رسالون میں شائع ہوئے تھے، اس میں یکجا کئے گئے ہین مصر کے مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان کی تصنیف تمدن اسلام پر عربی میں جو ریویو ایک رسالہ کی شکل میں شائع ہوا تھا، اس کا اردو خلاصہ بھی مولانائے مرحوم کے قلم سے الندوہ میں نکلا تھا، وہ اہم تنقیدی مضمون بھی اسمیں آگیا ہے،

ضخامت :- ۱۹۰ صفحے، قیمت :- عمر

"منیجر"

مطبوعات جدیدہ

البدور البازغہ مولفہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی، حجم ۲۲۲ صفحے قیمت عہ ۱۲ آنے ملنے کا پتہ، ناظم مجلس علمی ڈابھیل، سملک، سورت،

یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس میں شاہ صاحب نے فلسفہ و حکمت اور اسرار شریعت کے مختلف مسائل پر فلسفیانہ طور پر بحث کی ہے، کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے طرز پر لکھی گئی ہے، اور عقائد و کلام کے مختلف مسائل پر اظہار خیال کیا گیا ہے، جو لوگ شریعت کا فلسفیانہ مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے،

خزائن الاسرار، از مولینا محمد انور شاہ کشمیری مرحوم، حجم ۵۰ صفحے، قیمت ۲ ر ملنے کا پتہ ناظم مجلس علمی ڈابھیل سملک ضلع سورت،

علامہ دمیری نے علم الحیوانات پر ایک کتاب حیوۃ الحیوان کے نام سے لکھی تھی، جس میں نفس موضوع پر تو بہت کم لکھا ہے، البتہ مختلف فوائد اور مختلف طبی مسائل، اور وظائف و اعمال سے کتاب بھردی ہے، اس کتاب میں مؤلف نے انہی فوائد اور وظائف و اعمال کا خلاصہ پیش کیا ہے،

اخبار الصالحین حصہ اول، از نواب معشوق یار جنگ بہادر، حجم ۴۰۰ صفحے، قیمت ہے، ملنے کا پتہ اعظم اسٹیم پریس، حیدر آباد، دکن،

اس کتاب میں پہلے ایک مقدمہ میں تصوف کی حقیقت اور تصوف کے مقامات پر بحث کی گئی ہے، اسکے بعد پہلی صدی ہجری سے آٹھوین صدی ہجری تک کے اکابر صوفیہ کے حالات لکھے ہین، صوفیہ و صالحین کے سوانح اس جامعیت سے شاید اردو کی کسی دوسری کتاب میں نہ ملین، مصنف کے ماخذ مین شیخ فریدالدین

عطار کی تذکرۃ الاولیا وغیرہ رہی ہین،

علوم الحدیث، از مولوی شاہ عزالدین صاحب ندوی، خطیب شاہی مسجد لاہور، حجم ۱۲۰ صفحے، قیمت عہ مؤلف سے طلب کرین،

اس کتاب مین علم حدیث کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے، اور علم حدیث کی مختلف کتابون کے حالات اختصار کیساتھ پیش کئے گئے ہین، ماخذ کے حوالے درج کردیئے جاتے، تو کتاب زیادہ مستند ہوجاتی، لیکن بہرحال اس کے ذریعہ سے علم حدیث کے متعلق عام معلومات سے اردوخواں طبقہ واقف ہوسکتا ہے،

معیار الاوقات للصیام والصلوٰت، از مولوی محمد عبدالواسع مرحوم پروفیسر دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ، حجم ۲۸۰ صفحے، قیمت ملنے کا پتہ، اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن،

مذہب اسلام مین نماز پنجگانہ اور سحری اور افطار کے اوقات کی ابتدا اور انتہا حدیث کی کتابون مین مقرر کردی گئی ہے، جس سے پہلے اور جس کے بعد نماز، سحری اور افطار ناجائز ہے، اس لئے جو لوگ شرعی نظام اوقات کے پابند ہین، وہ اسکی خاص طور پر پابندی کرتے ہین، اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر مولف مرحوم نے ریاضی کے حساب سے آفتاب کے طلوع و غروب شرعی کے جاننے کے لئے اس کتاب کو لکھا ہے، اور اس جامعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان اس سے نماز افطار اور سحری کے اوقات معلوم کرسکتے ہین،

نوبت مرزا، از جناب ایم ایس خالد وزیرآبادی، حجم ۲۰۰ صفحے، قیمت قسم اول مجلد عہ قسم دوم ۱۲ ر ملنے کا پتہ منیجر خالد بک ڈپو، وزیرآباد، پنجاب،

اس کتاب میں مولف نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعووں کی تردید کی ہے، اور ان کے بہت سے اکاذیب و اباطیل کا پردہ مناظرانہ رنگ میں فاش کیا ہے،

حدیثِ حسن، از جناب فطرت واسطی، حجم ۱۰۳ صفحے، قیمت عہ مجلد، ملنے کا پتہ، شاہکار بکڈپو، گورکھپور،

یہ جناب واسطی کی پچاس نظموں کا مجموعہ ہے، جس میں ہر قسم کی نظمیں شامل ہیں، شروع میں جناب اقبال احمد صاحب سہیل علیگ، ایم اے، ایڈوکیٹ اعظم گڈھ کا مقدمہ اور مختلف انشاپردازوں اور ادیبوں کی رائیں ہیں،

بانگِ جرس، از جناب ولی الدین شفیق صدیقی جونپوری، حجم ۱۵ صفحے قیمت ۸ ر

یہ ایک مجموعۂ نظم ہے، جسمیں کچھ غزلیں اور کچھ مذہبی اور قومی نظمیں ہیں،

سلسبیل از جناب آل احمد صاحب صدیقی سرور ایم اے، پروفیسر مسلم یونیورسٹی، حجم ۱۱۲ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت عہ، پتہ، مسلم یونیورسٹی بک ڈپو علی گڈھ،

یہ جناب آل احمد صاحب صدیقی سرور کی مختلف نظموں کا مجموعہ ہے، جو زیادہ تر کشمیر کی سیر و سیاحت میں وہان کے مناظر سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہین، اخر مین چند غزلیں بھی ہین، خیالات اور زبان میں دورِ جدید کے شعراء کا تتبع کیا گیا ہے، جدید استعارے اور ترکیبیں کلام میں زیادہ ہین، جناب رشید احمد صاحب صدیقی نے اس مجموعہ کا اپنے خاص انداز میں تعارف کرایا ہے،

انقلابِ فرانس، مصنفہ مولوی عبد القادر صاحب بی اے، (جامعہ) ضخامت ۱۹۸ صفحے، تقطیع خورد، پتہ:- مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، قیمت ۱۲ ر

اس کتاب میں انقلاب فرانس کی تاریخ دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے، ابتدا میں مصنف نے ایک مختصر سی تمہید لکھی ہو جسمیں جمہوریت اور شخصیت کے فرق اور ان کے مفاد اور مضار کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کے بعد انقلاب فرانس کی تاریخ بیان کی ہے، جو اکیس باب میں تمام ہوئی ہے، تمام ابواب مفید اور دلچسپ معلومات سے لبریز ہین،

"ع"

دار المصنفین کی ادبی کتابین

شعر الہند حصہ اول، جس میں قدماء کے دور سے لے کر دورِ جدید تک اردو شاعری کے تاریخی تغیرات و انقلابات کی تفصیل کی گئی ہے، اور ہر دور کے مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ، مطبوعہ معارف پریس، ضخامت ۴۴۵ صفحے، قیمت للعہ

از مولانا عبد السلام ندوی،

حصہ دوم، جس میں اردو شاعری کے تمام اصناف یعنی غزل، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، کاغذ و کتابت عمدہ، ضخامت ۴۵۹ صفحے، قیمت:- للعہ

گلِ رعنا- اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار، اردو میں شعراء کا یہ پہلا مکمل تذکرہ ہے جس میں آبِ حیات کی غلطیوں کا ازالہ کیا گیا ہے، ولی سے لیکر حالی و اکبر تک کے حالات، ضخامت ۸۴۵ صفحے، قیمت: ص ر، از مولانا سید عبد الحئی صاحب مرحوم،

مکاتیبِ شبلی، مولانا شبلی مرحوم کے دوستون، عزیزون، شاگردون کے نام خطوط کا مجموعہ جس میں مولانا کے قومی خیالات اور علمی، تعلیمی اور ادبی نکات ہیں، یہ درحقیقت مسلمانون کی تیس برس کی تاریخ ہے، طبع دوم،

حصہ اول- ضخامت ۴۳۹ صفحے، قیمت:- عہ ۱۲ ر

حصہ دوم، ، ۲۶۱ ، ، عہ ۱۲ ر

موازنۂ انیس و دبیر، (از مولانا شبلیؒ) اردو کے مشہور باکمال شاعر میر انیس کی شاعری پر ریویو، اردو میں فصاحت و بلاغت کے اصول کی تشریح، مرثیہ کی تاریخ، میر انیس کے بہترین مرثیوں کا انتخاب اور مرزا دبیر سے ان کا موازنہ، اردو میں اپنے فن میں یہ پہلی کتاب ہو، ضخامت ۲۸۴ صفحے، قیمت: ۔۔۔ ر

کلیاتِ شبلی اردو، مولانا کی تمام اردو نظموں کا مجموعہ جس میں مثنوی صبح امید، قصائد جو مختلف مجلسوں میں پڑھے گئے، اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی، مذہبی اور تاریخی نظمیں، جو کانپور، ترکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی ہیں یکجا ہیں، یہ نظمیں درحقیقت مسلمانوں کے چہل سالہ جد و جہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۱۳۰ صفحے، قیمت:- عہ

افاداتِ مہدی، ملک کے نامور انشاپرداز مہدی حسن مرحوم افادی الاقتصادی کے ۳۰ مضامین کا مجموعہ مع مقدمہ و ضمیمہ جات، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت: ہے ر، حجم ۳۷۵ صفحے،

سرگذشت ادب ترکی، جس میں ترکی ادب کی مختصر اجمالی تاریخ دلآویز انداز میں بیان کی گئی ہے، ۲ ر کے ٹکٹ بھیج کر طلب کرین، (از مولانا سید ریاست علی ندوی)